مسائل فقہیہ کی تحقیق میں تکملہ فتح الملہم کا منہج واسلوب

In Research of Jurisprudential Issues Pattern & Style of Takmila Fath-Al-Mulhim

Dr. Zill E Huma
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Lahore College for Women University (LCWU), Lahore
Email: huma_ahsan77@yahoo.com
Dr. Shaista Jabeen
Assistant Professor, Islamic Studies
Government Graduate College for Women, Jhang
Email: shaista.sadhana@gmail.com

ABSTRACT

The discipline of Hadith studies is one of the richest and exclusive discipline of knowledge as its branches extend to hundred. The religious scholars had written thousands monograph concerning Hadith interpretations and explanations. Many voluminous works appeared and existed and each of them is a commendable contribution to Hadith explanations. One of the significant works on Hadith explanations is "Takmila Fath-al-Mulhim" that is the result of scholastic efforts of many years by Mufti Muhammad Taqi Usmani. This explanation of Hadith Book Muslim was originated and finished till the "Section of Marriage" but he could not extend it to the last chapter due to his political engagements and later his demise closed the chapter. Mufti Muhammad Taqi Usmani completed the remaining work in eighteen years and nine months. During explanation of Ahadith Mufti Taqi Usmani has also discussed different jurisprudential issues and in explanation of these issues it has been seen that this explanation is pure from any type of rigidness, prejudice and descrimination. Sunni Islam is separated into four main schools of jurisprudence, namely, Hanafi, Maliki, Shafai and Hanabli. Although Taqi Usmani belongs to Hanafi school of thought but if there is found any weak point in his school of thought. He accepts it with open heart and respects the point of other scholars having different school of thought. He has explained the ahadith in a neutral, impartial and unprejudiced way. Besides this Mufti Taqi Usmani has supported and corroborated Hanafi school of thought with strong arguses and has presented solid and persuasive arguments in strengthening and justification his point of view. Moreover, he has also preferred the view point of Demos intellectuals. In this perspective some evidences have been mentioned in this article.

Keywords: Jurisprudential, Issues, Takmila, Sharah, Sahih Muslim, Pattern & Style

دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی اور تیسری صدی ہجری میں ائمہ ستہ کی مشہور زمانہ تالیفات وجود میں آ گئیں۔ احادیث کی جمع و ترتیب اور تہذیب کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور مختلف انداز سے محدثین احادیث کو ترتیب دینے کی خدمات سرانجام دیتے رہے لیکن اس میں جو تلقی بالقبول صحیحین کو حاصل ہوا اور ان کی صحت پر امت مسلمہ کا جو اجماع ہوا، یہ مقام عظیم کسی اور مجموعہ حدیث کو حاصل نہ ہو سکا۔ علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ صحیحین کی شروح میں سے ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) کی فتح الباری "بدرالدین عینی (۸۵۵ھ) کی "عمدۃ القاری"، علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (۶۷۶ھ) کی " صحیح مسلم بشرح النووی"، علامہ شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ) کی "فتح الملہم" اور جسٹس تقی عثمانی کی "تکملہ فتح الملہم" کو اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کی شرح ہذا در اصل شبیر احمد عثمانی کی شرح "فتح الملہم" کا تکملہ ہے۔ یہ صحیح مسلم کی عظیم الشان شرح ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے چودھویں صدی ہجری کے وسط میں " صحیح مسلم" کی شرح "فتح الملہم" لکھنے کا آغاز کیا۔ آپ نے یہ شرح "کتاب النکاح" تک تحریر فرمائی تھی کہ مسلمانوں کے لیے پاکستان کی شکل میں ایک ایسے خطہ کے حصول کی کاوشیں شروع ہو گئیں، جہاں مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی سے نکل کر آزادی کی زندگی گزار سکیں۔ انگریزوں کی قوت اور ہندوؤں کی اکثریت سے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ خطہ کا حصول ایک خواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اس خواب کی عملی تعبیر میں سرگرم ہوئے تو تصنیف و تالیف کا کام رک گیا اور "کتاب النکاح" سے آگے نہ بڑھ سکا۔ یہاں تک کہ ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹۴۹ء کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور "فتح الملہم" کا یہ کام تشنۂ تکمیل رہ گیا۔ تقریباً پچاس سال کا عرصہ اسی طرح گزر گیا، یہاں تک کہ شرح ہذا کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کو منتخب فرمایا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع کے حکم پر ۲۵ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ کو اس کام کا آغاز کیا اور تقریباً پونے انیس سال کی خاموش محنت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ۲۶ صفر ۱۴۱۵ھ کو مولانا محمد تقی عثمانی کے ہاتھوں سے "فتح الملہم" کی تکمیل فرما دی۔ محمد تقی عثمانی صاحب موجودہ دور کے عظیم محقق، مدبر، مفسر، محدث اور مفکر ہیں۔ موصوف کی اس شرح میں یک جا اتنا محدثانہ اور محققانہ مواد مل جاتا ہے کہ صرف اسی ایک تصنیف کو متعلقہ مباحث میں ایک کتب خانہ کے قائم مقام قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ تصنیف اساتذۂ حدیث اور طالبان علوم نبوت کے لیے ایک گراں قدر علمی تحفہ، مباحث، معلومات، فوائد و نکات اور نادر تحقیقات و تنقیحات کا ایسا خزانہ بن گئی ہے جو انہیں سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی سے محفوظ کر دیتی ہے۔ فقہی مسائل کی تحقیق میں مفتی تقی عثمانی صاحب کے مختلف مناہج سامنے آئے ہیں۔ بعض مقامات پر موصوف جمہور مسلک کی تائید میں جمہور علمائے کرام کی جانب سے صحیح مسلم کی احادیث کی تاویلات پیش کرتے ہوئے مسلک جمہور کو راجح قرار دیتے ہیں، بعض مسائل میں مسلکِ حنفی کی تائید کرتے ہیں، فقہائے احناف کی اختلافی آراء کی صورت میں مفتیٰ بہ قول کا ذکر کرتے ہیں۔ مزید برآں حنفی ہونے کے

باوجود بعض مسائل میں موصوف فریقِ مخالف کے مسلک کو راجح قرار دیتے ہیں۔ مضمون ہذا فقہی مسائل کی تحقیق میں صاحبِ تکملہ کے مختلف مناہج واسالیب سے متعلق ہے۔

اجتہاداتِ فقہائے جمہور کی تائید اور مولانا تقی عثمانی کا اسلوب

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہوں تو مفتی تقی عثمانی صاحب نے تمام علمائے کرام کی آراء ودلائل کا ناقدانہ جائزہ پیش کرتے ہوئے بڑے معقول انداز اور تفہیمانہ اسلوب سے جمہور مسلک کی تائید کی ہے۔ اس منہج کے چند نظائر درج ذیل ہیں۔

باعثِ حرمت رضاعت کی مقدار کا مسئلہ

باعث حرمت رضاعت کی مقدار کے بارے میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں۔ بعض کے نزدیک رضاعت مطلقاً حرام ہے، قلیل ہو یا کثیر، یہ حضرت عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن مسعود، جابر بن عبد اللہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، احمد بن حنبل، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، طاؤس، قیصہ بن ذوئب، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ربیعہ، ابن شہاب، عطاء بن ابی رباح، مکحول، قتادہ، حسن، حکم، حماد، اوزاعی، ثوری اور لیث بن سعد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے[1] امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسے جمہور علماء کا مذہب قرار دیا ہے۔[2] بعض کے نزدیک تین سے زائد مرتبہ رضاعت باعثِ حرمت ہے اور یہ زید بن ثابت، ابو ثور، ابو عبید، داؤد ظاہری، ابن المنذر اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔[3] ایک مذہب کے مطابق پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور یہ حضرت عائشہ، عبد اللہ بن مسعود، علی، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن زبیر، سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر، امام شافعی، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابن حزم، عطا اور طاؤس رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔[4] جب کہ ایک اور رائے کے مطابق دس مرتبہ رضاعت باعثِ حرمت ہے اور یہ حضرت حفصہؓ سے مروی ہے۔[5] اور بعض نے اسے حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے درج ذیل دلائل نقلیہ سے جمہور علمائے کرام کے مسلک کی تائید کی۔

ا۔ صاحبِ تکملہ کے نزدیک آیت کریمہ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ[6] رضاعت کی مطلقاً حرمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ موصوف رقمطراز ہیں:

"فجعل الله تعالى الارضاع سببا للتحريم، وهو مطلق يتناول القليل والكثير، فلا يجوز تقييده بأخبار الآحاد، ولا بالقياس، وأخطأ من قال ان الآية مجملة فسرها الحديث، لأن الرضاع ليس فيه اجمال، يفهم معناه كل من يعرف العربية، فالآية محكمة ظاهرة المعنى بينة المراد، فلا يجوز تخصيصه ولا تقييده الا بالقرآن أو السنة المتواترة"۔[7]

"پس اللہ نے رضاعت کو حرمت کا سبب بنایا اور وہ مطلق ہے، خواہ رضاعت قلیل ہو یا کثیر۔ پس اس حکم کو اخبارِ آحاد اور قیاس کے ذریعے مقیّد کرنا جائز نہیں اور جس نے کہا کہ یہ آیت مجمل ہے، حدیث اس کی وضاحت کرتی ہے، اس نے

غلطی کی، کیونکہ ارضاع میں اجمال نہیں ہے، ہر عربی جاننے والا اس کے معانی جانتا ہے، پس آیت محکم ہے، معانی کو ظاہر اور مراد کو واضح کرنے والی ہے۔ اس کی تخصیص وتقیید جائز نہیں، سوائے قرآن اور احادیثِ متواترہ کے"۔

۲۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے:

"أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب قلیله و کثیره"۔[8]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نسب سے جو حرام ہے، رضاعت سے بھی وہ حرام ہے، خواہ رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ"۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق رضاعت کی حرمت کا حکم دیا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب"۔[9]

"جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے حرام ہے"۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أن الرضاعة تحرم الولادة"۔[10]

"ولادت سے جو حرام ہے رضاعت بھی اس کو حرام کرتی ہے"۔

بعد ازاں مولانا تقی عثمانی صاحب نے رضاعت کے مطلق ہونے کی بابت حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ[11] اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ[12] کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔

اخیر میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے جمہور علماء کے مذہب کی تائید میں دیگر فریقین کے استدلالات کا جواب دیتے ہوئے یوں بیان کیا:

"والجواب عن هذه الأحادیث[13] أن جمیع التقییدات الواردة فی مقدار الرضاع منسوخة، واستقر الأمر علی أن مطلق الرضاع محرم"۔[14]

"ان تمام احادیث کی طرف سے جواب یہ ہے کہ مقدارِ رضاع کے متعلق وارد تمام قیود منسوخ ہو چکی ہیں، اور یہ امر جاری ہو گیا کہ مطلق رضاعت حرام ہے"۔

مسئلہ اجارۃ الارض

اجارۃ الارض کے بارے میں ائمہ کرام کی مختلف آراء ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی بندہ اپنی زمین کو سونے، چاندی، نقد کرنسی یا کپڑوں کے بدلے اجرت پر دے دے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اس کے جواز پر متفق ہیں۔

محدث ربیعۃ الرای نے اس کے جواز کو سونے اور چاندی پر منحصر کیا، ان کے ہاں اجارۃ الارض صرف نقدین (سونے اور چاندی) کے بدلے جائز ہو گا۔ امام مالک کے نزدیک کھانے والی چیزوں کے علاوہ سونے، چاندی اور دیگر اشیاء کے بدلے بھی جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ، شافعی، احمد، ابو یوسف، محمد رحمہم اللہ اور جمہور علمائے کرام کے ہاں سونے، چاندی، غلہ، کپڑے اور باقی تمام اشیاء کے ساتھ اس کو اجرت پر دینا جائز ہے، برابر ہے جو اس میں کاشتکاری کرتا ہے اس کی جنس میں سے ہو یا اس کے علاوہ ہو۔[15] جبکہ طاؤس، حسن بصری، ابن حزم، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مسروق، شعبی، طاوس، ابن سیرین اور قاسم بن محمد رحمہم اللہ کی رائے کے مطابق اجارۃ الارض مطلقاً حرام ہے۔[16]

ابن حزمؒ اور ان کے موافقین کی دلیل حدیثِ مبارکہ:

"عن جابر بن عبدالله قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كراء الأرض، وعن بيعها السنين، وعن بيع الثمر حتى يطيب"۔[17]

"حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا ہے اور کئی برس کے لیے بیع کرنے سے منع فرمایا ہے اور (درخت پر لگے ہوئے) پھل کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے"۔

ہے، ان علماء کے اس حدیث سے استدلال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کراء الارض سے مطلقاً منع فرمایا ہے اور کراء الارض کے لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا، مگر اس کو نقود کے ساتھ یا کسی متعین چیز کے بدلے اجارہ پر دینا، جو اس کی پیداوار کے علاوہ ہو۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس مسئلہ میں جمہور علمائے کرام کے درج ذیل دلائل نقل کیے ہیں:

۱۔ "عن حنظلة بن قيس أنه سأل رافع بن خديج عن كراء الأرض، فقال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كراء الأرض، قال: فقلت: أبالذهب والورق؟ فقال: أما بالذهب والورق فلا بأس به"۔[18]

"حنظلہ بن قیس نے رافع بن خدیج سے کراء الارض کے متعلق پوچھا، انہوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کراء الارض سے منع فرمایا، میں نے پوچھا: کیا سونے اور چاندی کے بدلے؟ انہوں نے فرمایا: سونے اور چاندی کے بدلے ہو تو کوئی حرج نہیں"۔

۲۔ "عن حنظلة بن قيس: عن رافع بن خديج قال: حدثنى عماى أنهم كانو ا يكرون الأرض على عهد النبى صلى الله عليه وسلم بما ينبت على الأربعاء أوشئ يستثنيه صاحب الأرض، فنهى النبى صلى الله عليه وسلم عن ذلک، فقلت لرافع، فكيف هى بالدينار والدرهم؟ فقال رافع: ليس بها بأس بالدينار والدرهم"۔[19]

"حنظلہ بن قیس سے روایت ہے: رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں: میرے چچاؤں نے بیان کیا کہ وہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زمین کو (اس شرط پر) کرایہ پر دیتے تھے جو اس کے کناروں پر اُگے گا یا ایسی چیز (کے بدلے) جسے زمین والا

مستثنیٰ کر لیتا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، میں نے رافع سے پوچھا، دینار و درہم کے بدلے ہو؟ تو رافع نے فرمایا: دینار و درہم کے بدلے کوئی حرج نہیں"۔

۳۔ "عن حنظلة قال: سألت رافع بن خديج عن كراء الأرض بالذهب والورق، فقال: لا بأس به، انما كان الناس يؤ اجرون على عهد النبى صلى الله عليه وسلم على الماذيانات وأقبال الجداول وأشياء من الزرع، فيهلك هذا، ويسلم هذا، ويسلم هذا، ويهلك هذا، فلم يكن للناس كراء الا هذا، فلذلک زجر عنه، فأما شئ معلوم مضمون فلا بأس به"۔ [20]

"حنظلہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے رافع بن خدیج سے سونے اور چاندی کے ساتھ کراء الارض کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں، لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اجرت پر دیتے تھے کھیتوں کے کنارے اور جہاں سے کھار وغیرہ گذرتے تھے اور کچھ کھیتی (اپنے لیے متعین کر لیتے) پس ایک اس میں ہلاک ہو جاتا اور دوسرا بچ جاتا اور کبھی ایک بچ جاتا اور دوسرا ہلاک ہو جاتا، لوگوں کے لئے صرف یہی کرایہ ہوتا تھا، اسی لیے اس سے منع فرمایا اور اگر شے معلوم ہو اور اس کی ضمان بھی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں"۔

٤۔ "عن حنظلة أنه سمع رافع بن خديج يقول: كنا أكثر الأنصار حقلا، قال: كنا نكرى الأرض على أن لنا هذه ولهم هذه، فربما أخرجت هذه ولم تخرج هذه، فنهانا عن ذلک، وأما الورق فلم ينهنا"۔ [21]

"حنظلہ سے مروی ہے، انہوں نے رافع بن خدیج کو فرماتے ہوئے سنا: ہم اکثر انصاری لوگ کاشتکار تھے، ہم زمین کو (اس شرط پر) کرایے پر دیتے کہ ہمیں یہ اور انہیں یہ ملے گا، کبھی اس میں پیداوار ہوتی اور کبھی نہ ہوتی، پس ہمیں اس سے منع کر دیا گیا، جہاں تک پیسوں کے بدلے کا تعلق ہے تو اس سے منع نہیں فرمایا"۔

۵۔ ابوداوٗد نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

"كنا نكرى الأرض بما على السواقى من الزرع وما سعد بالماء منها، فنهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلک، وأمرنا أن نكريها بذهب أوفضة"۔ [22]

"ہم زمین کرایے پر دیتے تھے اس (بنیاد یا شرط) پر جو کھیتی کے کناروں پر ہوتی اور جہاں پانی وافر ہوتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم زمین کو سونے اور چاندی کے بدلے کرایے پر دیا کریں"۔

٦۔ "عن عبدالله بن السائب قال: دخلنا على عبد الله بن معقل فسألناه عن المزارعة، فقال: زعم ثابت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزارعة، وأمر بالمؤاجرة، وقال: لا بأس بها"۔ [23]

"عبداللہ بن سائب سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہم معقل بن عبداللہ کے پاس گئے اور ان سے مزارعت کے بارے میں پوچھا، انہوں نے فرمایا: ثابت کا خیال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا اور اجرت کا حکم دیا اور فرمایا: اس میں حرج نہیں"۔

۷۔'عن ابن عباس قال: كنا نكرى أرض رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ونشترط أن لا نعرها بعرة الناس"۔[24]

"ابن عباس سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کو کرایے پر دیتے تھے اور ہم شرط لگاتے تھے کہ ہم اس طریقے سے کرایے پر نہ لیں گے، جس طرح لوگ لیتے تھے"۔

موصوف نے ان احادیث سے استدلال کے ساتھ جمہور علمائے کرام کے مسلک کی تائید کرتے ہوئے بیان کیا:

فهذه الأحاديث مفسرة لأحاديث النهى عن كراء الأرض، يتبين منها أن الذى نهى عنه من كراء الأرض هو شكل مخصوص منه، كان يطلق عليه اسم"كراء الأرض" فى ذلک الزمان، وهو ما بيناه فى الصورة الأولى من صور اشتراک صاحب الأرض والعامل فانهم كانوا يعينون أرضا مخصوصة ويشترطون ما خرج من تلک الأرض بخصوصها، وذلک باطل بالاجماع --- فأما كراء الأرض بالذهب والفضة فلم ينه عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔[25]

"پس یہ احادیث کراء الارض سے ممانعت والی احادیث کی تفسیر کرتی ہیں، ان سے واضح ہو رہا ہے کہ زمین کو کرایہ پر دینے کی جن صورتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، وہ خاص صورت تھی، اس پر اس زمانہ میں کراء الارض کے نام کا اطلاق ہوتا تھا اور وہ صورت تھی "زمین والے اور عامل کا اشتراک"، وہ مخصوص زمین متعین کر لیتے اور شرط لگاتے جو اس زمین میں خاص طور پر پیداوار آئے اور اسی لیے یہ اجماعی طور پر باطل ہے--- جہاں تک سونے اور چاندی کے بدلے زمینوں کو کرایے پر دینا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا"۔

اخیر میں موصوف نے مزید بیان کیا:

"وبالجملة، فجواز كراء الأرض بالنقود ثابت بالروايات الصريحة الصحيحة، وما ورد مما يخالفه ضعيف أو مؤول، ولذلک أطبق الجماهير من الفقهاء على جوازه، حتى جعله ابن قدامة فى المغنى اجماعا، فكاد قول ابن حزم أن يكون خارقا للاجماع"۔[26]

"خلاصہ یہ ہے کہ نقود کے ساتھ زمین کو کرایہ پر لینا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اور جو اس کے مخالف روایات ہیں وہ ضعیف یا مؤول ہیں اور اسی لیے جمہور فقہاء کا اس کے جواز پر اتفاق ہے، حتی کہ ابن قدامہ نے المغنی میں اسے اجماع کہا ہے، قریب ہے کہ ابن حزم کا قول اجماع کے خلاف ہو"۔

اس منہج کی مزید امثلہ "بيع المزايده"[27]، "پیداوار کے غیر معین حصہ کے بدلے مزارعت کرنا"[28] اور "پڑوسی کی دیوار میں شہتیر رکھنے"[29] کے مسئلہ کے تحت بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

حنفیہ کے دفاع میں نظائر

اختلافی مسائل میں بعض مقامات پر مفتی تقی عثمانی صاحب حنفی مسلک کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ درج ذیل امثلہ سے واضح ہو گا۔

لونڈی سے اثباتِ نسب کا مسئلہ

احناف کے نزدیک فراش کی تین اقسام ہیں: قوی، متوسط اور ضعیف، منکوحہ کا فراش قوی ہے۔ اس میں دعویٰ کے بغیر نسب ثابت ہو جاتا ہے اور اگر نفی بھی کرے تو قبول نہیں ہوتی، ہاں اگر لعان کے بعد ہو، تو قابل قبول ہوتی ہے، اُمِ ولد کا فراش متوسط ہے اس میں نسب کے ثبوت کے لئے دعویٰ کی ضرورت نہیں، لعان کے بغیر نفی ہو جاتی ہے۔ اس باندی کا فراش ضعیف ہے جو اُمِ ولد نہ ہو، اس میں دعویٰ کے بغیر نسب ثابت نہیں ہو گا اور نفی کرنے سے نفی ہو جائے گی، لیکن آقا پر دیانتاً واجب ہے کہ اس کے نسب کا دعویٰ کرے، اگر جانتا ہو کہ وہ اس سے ہے۔ اسی بنیاد پر جب باندی بچہ جنے تو احناف کے نزدیک اس کا نسب اس کے آقا سے اس وقت تک ثابت نہ ہو گا، جب تک آقا دعویٰ نہ کرے کہ وہ بچہ اس سے ہے۔ پس اگر اس نے ایک مرتبہ دعویٰ کر دیا تو وہ اس کے لیے اُمِ ولد ہو گئی اس کے بعد جتنے بچے اس سے پیدا ہوں گے، ان کا نسب بغیر دعویٰ کے ثابت ہو تا رہے گا۔ جب کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب لونڈی کا آقا اس کے ساتھ صحبت کا اعتراف کرے یا کسی اور طریقے سے یہ ثابت ہو جائے، پھر وطی کے بعد امکانِ مدت میں اس کے ہاں بچہ پیدا ہو، تو یہ بچہ دعویٰ کے بغیر اس کے ساتھ مل جائے گا۔

ائمہ ثلاثہ نے اپنے مذہب پر درج ذیل حدیثِ مبارکہ سے استدلال کیا ہے:

"عن عائشة أنها قالت: اختصم سعد بن أبي وقاص وعبد بن زمعة في غلام، فقال سعد: هذا يا رسول الله ابن أخي عتبة بن أبي وقاص عهد الى أنه ابنه، أنظر الى شبهه، وقال عبد بن زمعة: هذا أخي يا رسول الله! ولد على فراش أبي من وليدته فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى شبهه، فرآى شبها بينا بعتبة، فقال: هو لک يا عبد! "الولد للفراش وللعاهر الحجر واحتجبي منه يا سودة بنت زمعة"۔ قالت: فلم ير سودة قط"۔[30]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ کے مابین ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے، انہوں نے مجھ سے کہہ رکھا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شباہت دیکھ لیں۔ اور عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور یہ میرے والد کی باندی سے پیدا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو دیکھا تو اس کی واضح شباہت عتبہ سے نظر آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد! یہ تمہارا بھائی ہے، لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔ اور اے سودہ بنت زمعہ تم اس سے پردہ کرو۔ چنانچہ سودہ نے پھر کبھی اسے نہیں دیکھا۔

حدیث بالا دلالت کرتی ہے کہ اس واقعہ میں زمعہ نے دعویٰ نہیں کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو زمعہ کے ساتھ اس علم کی بناء پر ملا دیا کہ زمعہ ان سے وطی کرتے تھے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے ائمہ ثلاثہ کے اس استدلال کا جواب دو قوی طریقوں سے یوں دیا ہے:

۱۔ زمعہ کی لونڈی ان کی اُم ولد تھی جیسا کہ مسند احمد کی حدیث سودہ سے معلوم ہوتا ہے:

"ان بنت زمعة قالت: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقلت: ان أبى زمعة مات، وترک أم ولد له، وانا کنا نظنها برجل، وانها ولدت، فخرج ولدها يشبه الرجل الذى ظنناهابه الخ"۔31

"زمعہ کی بیٹی کہتی ہیں، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا: زمعہ کا باپ وفات پا گیا اور انہوں نے اُمِ ولد چھوڑی اور ہم گمان کرتے ہیں کہ اُس لونڈی کا کسی اور مرد سے تعلق ہے اور اس نے بچہ جنا ہے، وہ بچہ اس مرد کے مشابہ لگتا ہے جس کے متعلق ہم گمان کرتے تھے کہ اس کا اس مرد کے ساتھ تعلق ہے"۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے زمعہ کی لونڈی کے اُمِ ولد ہونے کے مزید دلائل بیان کرتے ہوئے[32] ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا ایک دوسرا جواب یوں نقل کیا:

۲۔ "ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يلحق النسب فى حديث الباب بأحد، وانما المراد من قوله عليه السلام، "هو لک يا عبد"، انه يشارکک فى الميراث، فان الوارث اذا أقر بأخ لزمه دفع نصف ما فى يده من الميراث، ولا يثبت نسبه من الميت لأن المرأ يؤخذ باقراره فيما يتعلق به وحده"۔33

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث باب (ائمہ ثلاثہ کی استدلال کردہ مذکور حدیث) میں کسی کے ساتھ نسب نہیں ملایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "هو لک يا عبد" سے مراد یہ ہے کہ وہ میراث میں تمہارے ساتھ شریک ہے، پس اگر وارث اپنے بھائی کا اقرار کرے تو اس کے لیے، جو مال اس کے قبضے میں آچکا ہو، اس میں سے نصف اسے دے دینا لازم ہو جاتا ہے اور مرنے والے سے نسب ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ آدمی اس چیز کے متعلق اپنے اقرار میں پکڑا جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو"۔

اس کی تائید میں صاحبِ تکملہ نے احادیثِ مبارکہ "واحتجبى منه يا سودة، فليس لک بأخ"۔ 34 ، "فقال النبى صلى الله عليه وسلم لسودة: أما الميراث فله، وأما أنت فاحتجبى منه يا سودة، فانه ليس لک بأخ"۔35 اور "أما أنت فاحتجبى منه، فليس بأخيک، وله الميراث"۔ [36] نقل کی ہیں۔ پس یہ روایات صریح ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو زمعہ کے ساتھ نہیں ملایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "عبد" کے لئے صرف وراثت کے سلسلے میں فیصلہ کیا اور اسی وجہ سے سودہ سے اس کے بھائی ہونے کی نفی کر دی، وگرنہ اخوت کی نفی کا کوئی معانی نہیں۔ گویا "هو لک يا عبد" سے مراد یہ ہوا کہ وہ میراث میں تمہارے ساتھ شریک ہے، مگر تمہارے باپ سے اس کا نسب ثابت نہیں۔

صاحبِ تکملہ کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کی استدلال کردہ حدیث شافعیہ کے مذہب پر بھی دلالت نہیں کرتی اس لیے کہ اگرچہ وہ آقا کے دعویٰ کی شرط نہیں لگاتے، لیکن ان کے نزدیک لونڈی کا پاکدامن ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا آقا اسے کسی اور کے پاس جانے سے روکے، پس ان کے نزدیک پاکدامنی کی تحقیق کے علاوہ نسب

ثابت نہ ہو گا اور مذکورہ حدیث سے لونڈی کا پاکدامن ہونا ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے۔ اس ضمن میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے درج ذیل دلائل ذکر کیے ہیں:

ا۔ انور شاہ کشمیری نے[37] ابن جریر طبری کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ لونڈی مکہ کی بدکار عورتوں میں سے ہے۔[38] اور مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس ضمن میں عبداللہ بن زبیرؓ اور سودہ بنت زمعہؓ سے ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لونڈی پر زنا کی تہمت تھی، ان میں سے چند روایات درج ذیل ہیں:

ا۔ امام احمد نے عبداللہ بن زبیرؓ سے بیان کیا:

"ان زمعة كانت له جارية، وكان يبطنها، وكانوا يتهمونها، فولدت"۔ 39

"زمعہ کی ایک لونڈی تھی وہ اس کے ساتھ صحبت کرتے تھے اور لوگ اس پر تہمت لگاتے تھے، اس عورت نے بچہ جنا"۔

۲۔ امام احمد نے سودہ بنت زمعہؓ سے روایت کیا:

"ان أبي زمعة مات، و ترک أم ولد له، وانا كنا نظنها برجل، وانها ولدت"۔ 40

"میرے والد زمعہ وفات پا گئے اور انہوں نے ایک اُم ولد چھوڑی اور ہم گمان کرتے تھے کہ اس کا کسی مرد کے ساتھ تعلق ہے اور اس نے بچہ جنا"۔

پس یہ روایات صراحت کے ساتھ اعلان کرتی ہیں کہ لونڈی پر زنا کی تہمت تھی اور یہ بات لوگوں کے درمیان معروف تھی اور یہ چیز اس پاکدامنی کے منافی ہے، جس پر شافعی علماء آقا سے نسب کے ثبوت کا دارومدار رکھتے ہیں، پس مناسب ہے کہ حدیثِ مذکورہ سے ان کے ہاں بھی نسب ثابت نہ ہو۔

اخیر میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے حنفی مسلک کی تائید میں درج ذیل دلائل بیان کیے ہیں:

ا۔ عکرمہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں:

"كان ابن عباس يأتي جارية له، فحملت، فقال: ليس مني، اني أتيتها اتيانا لا أريد به الولد"۔41

" ابن عباس ایک لونڈی کے پاس آتے تھے، اسے حمل ہو گیا، آپ نے فرمایا: یہ مجھ سے نہیں، میں اس کے پاس آتا تھا، مگر میرا اس سے اولاد کا ارادہ نہ تھا"۔

۲۔ خارجہ بن زید سے مروی ہے:

" أن اباه كان يعزل عن جارية فارسية، فحملت بحمل، فأنكره، وقال: انى لم أكن اريد ولدک، وانما أستطيب نفسک، فجلدها وأعتقها، وأعتق الولد"۔42

"ان کے والد فارسی لونڈی سے عزل کرتے تھے، پس وہ حاملہ ہو گئی، انہوں نے اس بچے کا انکار کر دیا اور کہا: میں تیرے بچے کا ارادہ نہ کرتا تھا، میں تو صرف تیرا دل خوش کرتا تھا، پس آپ نے اسے کوڑے لگائے اور اسے اور اس کے بچے کو آزاد کر دیا"۔

۳۔ امام محمد موطا میں بیان کرتے ہیں:

"بلغنا أن زيد بن ثابت وطئ جارية له، فجاء ت بولد فنفاه۔۔۔" 43

" ہم تک خبر پہنچی کہ زید بن ثابت اپنی لونڈی سے وطی کرتے تھے اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا، انہوں نے اس کی نفی کر دی"۔

پس مذکورہ آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ لونڈی کے بچے کا نسب اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک آقا اس کا دعویٰ نہ کرے یا وہ اس سے قبل اس کی ام ولد ہو۔

مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ اور رہائش کا مسئلہ

مطلقہ بائنہ کے نفقہ و سکنی کے وجوب وعدم وجوب کے بارے میں ائمہ کی آراء مختلف ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک مطلقہ بائنہ کے لیے ہر حال میں نفقہ و سکنی ہے، خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ عمر بن خطاب، عبد اللہ بن مسعود، حماد، شریح، نخعی، ثوری، ابن شبرمہ، حسن بن صالح اور عثمان البتی رحمہم اللہ تعالیٰ اسی کے قائل ہیں اور ابن ابی لیلیٰؒ سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ احمد، اسحاق اور اہل ظاہر کے ہاں مطلقہ بائنہ حاملہ ہونے کی صورت میں نفقہ و سکنی کی مستحق ہے۔ حسن بصری، عمرو بن دینار، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ اور شعبی رحمہم اللہ علیہم اسی کے قائل ہیں اور اسی کو ابراہیمؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ سے بھی یہی روایت کیا گیا ہے۔ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کے لیے ہر حال میں رہائش ہے، مگر نفقہ صرف حاملہ ہونے کی صورت میں ہے۔ اسی رائے کے قائلین امام اوزاعی، لیث بن سعد، عبد الرحمن بن مہدی اور ابو عبیدہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں اور یہی ابن ابی لیلیٰؒ سے مروی ہے۔[44] مفتی تقی عثمانی صاحب نے حنفی مسلک کی تائید میں درج ذیل دلائل ذکر کیے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

۱۔ "وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ" ۔ 45

"اور مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہنچانا متقیوں پر ان کا حق ہے"۔

۲۔ "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَه رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"۔ 46

"اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے"۔

۳۔ "اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ"۔ 47

"ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اُسی جگہ رہائش مہیا کرو، جہاں تم رہتے ہو، اور انہیں تنگ کرنے کے لیے انہیں ستاؤ نہیں، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو اس وقت تک نفقہ دیتے رہو جب تک وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں"۔

۴۔ طحاوی نے "حماد بن سلمۃ عن حماد عن الشعبی عن فاطمہ بنت قیس" کے طریق سے روایت بیان کی ہے:

"أن زوجها طلقها ثلاثا، فأتت النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال: لا نفقة لک ولا سکنی، قال: فأخبرت بذلک النخعی، فقال: قال عمر بن الخطاب۔ وأخبر بذلک۔ لسنا بتارکی آیة من کتاب اللہ تعالیٰ وقول رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لقول امرأة لعلها أو همت، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: لها السکنی والنفقة"۔ 48

"ان کے (فاطمہ بنت قیس کے) خاوند نے انہیں تین طلاقیں دیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لیے نفقہ و سکنی نہیں، نخعی کو اس کی خبر دی گئی، انہوں نے کہا: جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر سنائی گئی انہوں نے فرمایا: ہم کتاب اللہ کی آیت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ایک عورت کی بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں ہیں، شاید اسے وہم ہو گیا ہو، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اس کے لیے سکنی اور نفقہ ہے"۔

۵۔ صحیح مسلم میں "عبد الرحمن بن قاسم عن ابیہ عن عائشة" کے طریق سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

"مافاطمة خیر أن تذکر هذا، قال: تعنی قولها لا سکنی ولا نفقة"۔ 49

"فاطمہ کے لیے کوئی خیر نہیں کہ وہ اس کو ذکر کرے، یعنی جو وہ کہہ رہی تھی کہ اس کے لیے نفقہ و سکنی نہیں"۔

۶۔ بخاریؒ کے ہاں حضرت عائشہؓ سے مروی روایت ہے:

"ما لفاطمة؟ ألا تتقی اللہ یعنی فی قولها لا سکنی ولا نفقة"۔ 50

"فاطمہؓ کے لیے کیا ہے؟ کہ وہ اللہ سے نہ ڈرے؟ یعنی اپنے قول "لاسکنی و لانفقة" کے بارے میں"۔

۷۔ طحاویؒ نے روایت بیان کی ہے:

"أن فاطمه کانت اذا ذکرت شیئا من ذلک رماها أسامة بن زید بما کان فی یده"۔ 51

"جب فاطمہؓ اس میں سے کسی چیز کو ذکر کرتی تھیں، تو اسامہ بن زیدؓ ان کو وہ چیز مار دیتے تھے، جو ان کے ہاتھ میں ہوتی تھی"۔

ان دلائل کے نقل کرنے کے بعد مفتی تقی عثمانی صاحب نے بیان کیا:

"فهذا کله یدل علی أن المبتوتة تستحق السکنی والنفقة جمیعا عند هؤلاء الصحابة، وانما أنکر علیها عمر بمحضر من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فلم ینکر ذلک علیه منکر، فدل ترکهم الانکار علیه أن مذهبهم کمذهبه"۔ 52

"یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بائنہ عورت ان صحابہ کے نزدیک رہائش اور نفقہ دونوں کی مستحق ہے اور حضرت عمرؓ نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس پر (فاطمہ بنت قیسؓ پر) انکار کیا، کسی انکار کرنے والے نے ان کا انکار نہیں کیا، ان کے انکار کو چھوڑ دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا مذہب حضرت عمرؓ کے مذہب کی طرح ہے"۔

صحیح مسلم کی حدیثِ مبارکہ:

"عن فاطمة بنت قيس أن أبا عمرو ابن حفص طلقها البتة وهو غائب، فأرسل اليها وكيله بشعير، فسخطته، فقال: والله مالک علينا من شئ، فجاء ت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلک له، فقال: ليس لک عليه نفقه، فأمرها أن تعتد فى بيت أم شريک، ثم قال: تلک امرأة يغشاها أصحابى، اعتدى عند ابن أم مكتوم، فانه رجل أعمى، تضعين ثيابک، فاذا حللت فبآذنينى، قالت: فلما حللت ذكرت له أن معاوية ابن أبى سفيان وأباجهم خطبانى، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أما أبوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه، وأما معاوية فصعلوک لا مال له انكحى أسامة بن زيد، فكرهته، ثم قال: انكحى أسامة، فنكحته، فجعل الله فيه خيرا واغتبطت به" ۔ 53

چونکہ مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ و سکنی کے عدمِ وجوب کے بارے میں صریح ہے،لہذا موصوف نے اس میں یوں تاویل کی کہ فاطمہ بنت قیسؓ کے منتقل ہونے کا سبب ان کی اپنی جانب سے تھا، تو وہ نافرمان کی طرح ہو گئیں اور ان کا نفقہ و سکنی دونوں ساقط ہو گئے۔ عربی عبارت ملاحظہ فرمایئے :

"واما فاطمه بنت قيس رضى الله عنها فالذى يظهر من مجموع الروايات أنها طلبت النقلة من بيت زوجها لكونه فى مكان وحش، وكانت تبذو وتطيل لسانها على أحمائها، فأخرجها النبى صلى الله عليه وسلم عملاً بقوله تعالى (ولا يخرجن الا أن يأتين بفاحشة مبينة) ---- وأما النفقة فقد ورد فى حديث الباب أن وكيل زوجها أرسل اليها بنفقة شعير، ولكنها تقالته، فيمكن أن يكون رسول الله صلى الله عليه وسلم منعها من الزيادة عليها، فزعمت أن المبتوتة لا تستحق النفقة، وانما أنكر عمر عليها بهذا الزعم، ويحتمل أيضا أنها لما انتقلت من بيت زوجها منعت من النفقة أيضا، لأن النفقة جزاء الاحتباس وقد فات"۔ 54

"فاطمہ بنت قیسؓ نے اپنے خاوند کے گھر سے منتقل ہونے کا ارادہ کیا، کیونکہ وہ وحشت و تنہائی کے گھر میں تھیں اور فحش گوئی یا بدتمیزی کرتی تھیں اور ان کی زبان اپنے دیوروں پر لمبی ہوتی تھی (دیوروں سے جھگڑتی تھیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اس قول "وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ"[55] پر عمل کرتے ہوئے انہیں نکال دیا---- بہر حال نفقہ کے بارے میں حدیث باب (صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث) میں آیا ہے کہ ان کے خاوند نے انہیں جو کا نفقہ بھیجا، لیکن انہوں نے اسے کم سمجھا۔ ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ دینے سے منع کر دیا ہو، اس نے سمجھ لیا کہ بائنہ عورت نفقہ کی مستحق نہیں اور حضرت عمرؓ نے اس دعوی کی وجہ سے اس پر انکار کیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب یہ اپنے خاوند کے گھر سے منتقل ہو گئیں، تو ان کو خرچہ سے بھی روک دیا گیا، اس لیے کہ خرچہ قید کا بدلہ ہوتا ہے اور وہ قید ختم ہو گئی"۔

مسلکِ احناف کو غیر راجح قرار دینے کے نظائر

تکملہ فتح الملہم کی فقہی ابحاث کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مذہبی تعصب کے غلو سے بڑی حد تک آزاد ہیں۔ مذاہبِ اربعہ کے اقوال کو امانت کے ساتھ نقل کرنے میں بڑے حریص ہیں، مکمل انصاف کے ساتھ ان کے دلائل پیش کرتے ہیں اور کسی معین مذہب کے لیے تعصب اور ہٹ دھرمی سے بچتے

ہوئے اس مسلک کو ترجیح دیتے ہیں، جو دلیل سے ثابت ہو۔ گویا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی اس تحقیقی کاوش میں غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا ہے اور اگر کہیں حنفی مسلک میں کوئی کمزوری پائی گئی، تو کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس منہج کے چند نظائر ملاحظہ کیجئے۔

متبایعین کے لیے خیارِ مجلس کے ثبوت کا مسئلہ (مسئلۃ ثبوت خیار المجلس للمتبایعین)

بائع اور مشتری کے لیے خیارِ مجلس کے حوالہ سے ائمہ کرام کی آراء اختلافی ہیں۔ حدیثِ مبارکہ:

"عن ابن عمر: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: البيعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه مالم يتفرقا الا بيع الخيار"۔[56]

"ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جب تک دونوں جدا نہ ہو جائیں سوائے بیع خیار کے"۔

سے استدلال کرنے کے ساتھ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ خیارِ مجلس کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث میں جدا ہونے سے مراد "تفرق بالابدان" ہے اور ان کے ہاں محض ایجاب و قبول سے بیع لازم نہ ہو گی، بلکہ متبایعین میں سے ہر ایک کے لیے فسخ بیع کا اختیار ثابت ہو گا، حتی کہ مجلس بیع ختم ہو جائے اور وہ جسمانی طور پر جدا ہو جائیں، پس جب وہ جدا ہو جائیں گے، خیارِ مجلس ساقط ہو جائے گا اور بیع لازم ہو جائے گی۔ سعید بن المسیب، زہری، عطاء، طاؤس، شریح، شعبی، اوزاعی، ابن ابی ذئب، سفیان بن عیینہ، ابن ابی ملیکہ، حسن بصری، ہشام بن یوسف، اسحاق بن راہویہ، ابی ثور، ابی عبید، محمد بن جریر طبری رحمہم اللہ اور اہل ظاہر کی بھی یہی رائے ہے۔[57] جبکہ فقہائے احناف ومالکیہ خیارِ مجلس کے قائل نہیں، ان کے ہاں بیع ایجاب و قبول کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے اور متبایعین میں سے کسی ایک کے لیے اس کے بعد خیار باقی نہیں رہتا، سوائے شرط یا رؤیت یا عیب کے (ان صورتوں میں فسخِ بیع کا اعتبار رہے گا)۔ اس رائے کے قائلین میں سے امام ابو حنیفہ، محمد، ابو یوسف، مالک بن انس، سفیان ثوری، ابراہیم النخعی اور ربیعۃ الرأی رحمہم اللہ ہیں۔[58]

مصنف موصوف نے اس مسئلہ میں احناف ومالکیہ کے دلائلِ نقلیہ مع وجوہِ استدلال نقل کیے ہیں۔[59] جن سے واضح ہوتا ہے کہ بیع باہمی رضامندی سے ایجاب و قبول کے ساتھ پوری ہو جاتی ہے اور فریقین میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی رضامندی کے بغیر اس عقد کو فسخ کرنے کا ارادہ کرے۔ بعد ازاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے احناف کی تائید میں خیارِ مجلس کے قائلین کی استدلال کردہ روایت کی احناف کی جانب سے تاویلات نقل کی ہیں۔[60] ان تاویلات کا لبِ لباب یہ ہے کہ حدیث میں "تفرق" سے مراد "تفرق بالقول" ہے، "تفرق بالا بدان" نہیں اور اس حدیث کا تعلق خیارِ قبول سے ہے خیارِ مجلس سے نہیں۔

احناف کی جانب سے بیان کردہ دلائل و تاویلات پر عدمِ اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اور خیارِ مجلس کے قائلین کی رائے کو اولیٰ قرار دیتے ہوئے مفتی تقی عثمانی صاحب نے بیان کیا:

"لخصت للطالبين ههنا أقوى ما قيل في دلائل الحنفية في هذه المسئلة، ولكن الحقيقة أن قلبي لا ينشرح لما قاله الحنفية في الاعتذار عن حديث الباب، ففي جميع دلائلهم و تأويلاتهم عندي نظر، لأن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما 61 فهم من هذا الحديث التفرق بالأبدان وأن موضوعه ثبوت خيار المجلس"۔[62]

"میں نے یہاں اس مسئلہ کے بارے میں احناف کے مضبوط ترین دلائل کا خلاصہ طلباء کے لیے پیش کر دیا ہے اور لیکن حقیقت یہ ہے کہ احناف نے حدیثِ باب (قائلینِ خیارِ مجلس کی استدلال کردہ روایت) کے عذر میں جو کچھ کہا اس سے میرے دل کو شرح صدر نہیں ہوئی، ان تمام دلائل اور تاویلات پر میرے نزدیک اعتراض ہے، اس لیے کہ ابن عمر نے اس حدیث سے تفرق بالابدان سمجھا اور ان کے نزدیک اس حدیث کا موضوع خیارِ مجلس کا ثبوت ہے"۔

بعد ازاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے ایسی احادیثِ مبارکہ نقل کیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک حدیث میں تفرق سے مراد "تفرق بالابدان" ہے، نیز حدیثِ مبارکہ خیارِ مجلس کے ثبوت سے متعلق ہے۔[63]

اخیر میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے قائلینِ خیارِ مجلس کی رائے کو اولیٰ قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

"فظهر أن الصحابة رضي الله عنهم فهموا من الحديث ثبوت خيار المجلس على اختلاف بينهم في تفسير المجلس، وما فهم الصحابة من الحديث أولى بالقبول"۔[64]

"پس ظاہر ہوا کہ صحابہؓ نے اس حدیث سے مراد خیار مجلس کا ثبوت سمجھا، اگرچہ ان کے درمیان مجلس کی تفسیر میں اختلاف ہے اور صحابہ کرام حدیث سے جو سمجھے، وہ قبول کے اعتبار سے اولیٰ ہے"۔

مفلس (دیوالیہ) کے پاس بائع کی چیز بعینہ پائے جانے کا مسئلہ

حدیثِ مبارکہ:

"حدثنا أحمد بن عبدالله بن يونس، حدثنا زهير بن حرب، حدثنا يحيى بن سعيد، أخبرني أبو بكر بن محمد بن عمرو بن حزم، أن عمر بن عبدالعزيز أخبره، أن أبا بكر بن عبد الرحمان بن الحارث بن هشام أخبره، أنه سمع أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ، أو: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أدرک ما له بعينه عند رجل قد أفلس، أو انسان قد أفلس، فهو أحق به من غيره"۔[65]

"ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنا مال بعینہ کسی ایسے آدمی کے پاس پائے جو مفلس (دیوالیہ) ہو گیا ہو یا مفلس انسان کے پاس پائے، تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اس کے لینے کا زیادہ حقدار ہے"۔

سے استدلال کرتے ہوئے جمہور علمائے کرام (امام مالک، شافعی، احمد، عروہ، اوزاعی، عنبری، اسحاق، ابو ثور اور ابن منذر رحمہم اللہ)[66] کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے کسی سے کوئی چیز خریدی اور پیسے دینے سے پہلے وہ مفلس ہو گیا، پھر بائع نے اپنا بیچا ہوا سامان اس کے پاس ویسے ہی (بعینہ) پالیا، پس اگر یہ بائع بیع کو فسخ کرنے اور اس سے سامان واپس لینے کا اختیار رکھتا ہو، تو قرض خواہوں میں سے اس کے علاوہ کوئی اس کے ساتھ شریک نہ ہو گا۔ جبکہ امام ابو حنیفہ، حسن، نخعی، شعبی، ابن شبرمہ، وکیع، ابو یوسف، محمد اور زفر رحمہم اللہ کے مطابق[67] بائع اس مذکورہ صورت میں باقی قرض خواہوں کے برابر ہو گا اور اس کے لیے جائز نہیں، کہ وہ منفرد اس سامان کو لے لے، سفیان ثوری بھی اسی کے قائل ہیں۔[68]

جمہور علمائے کرام نے صحیح مسلم کی مذکور حدیث سے استدلال کیا ہے اور اسے بیع پر محمول کیا ہے جبکہ امام ابو حنیفہ کے ہاں مبیع بائع کی ملکیت سے بیع کے ساتھ ہی نکل گیا اور اس کا حق تھا کہ وہ پیسوں کے لیے روک دیتا (پیسوں کے بغیر خریدار کو چیز نہ دیتا)، جب اس نے سامان مشتری کو دے دیا، تو مبیع سے اس کا حق بالکل ختم ہو گیا، اس کے لیے اب کچھ باقی نہیں رہا مگر خریدار کے ذمے ثمن کا قرض ہے۔ پس وہ اس میں استحقاق کے سبب تمام قرض خواہوں کے برابر ہو گا۔[69] اس مختلف فیہ مسئلہ میں مصنف موصوف نے امام ابو حنیفہ کے دلائل[70] ذکر کرتے ہوئے ان کی تائید میں بیان کیا:

"وانما استدلال الامام أبی حنیفة رحمه الله بالأصول الثابتة المجمع علیها، وهی أن المبیع ینتقل الی ملک المشتری فور تمام العقد، والی ضمانه فور تمام القبض، وهو مفاد الحدیث المشهور: "الخراج بالضمان"، فصار المبیع کسائر أملاک المشتری، لا ترجیح للبائع فیها علی بقیة الغرمائ"۔[71]

"امام ابو حنیفہؒ کا استدلال ان اصولوں کے ساتھ ہے، جو ثابت اور متفق ہیں اور وہ (اصول) یہ ہے کہ مبیع عقد مکمل ہو جانے کے بعد فوراً مشتری کی ملکیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور قبضہ کے مکمل ہونے کے فوراً بعد اس کی ضمان میں آجاتا ہے اور یہ اس مشہور حدیث "الخراج بالضمان" کا حاصل ہے، پس یہ مبیع مشتری کی تمام املاک کی طرح ہو گا اور اس میں بائع کو باقی قرض خواہوں پر کوئی ترجیح حاصل نہ ہو گی"۔

پھر احناف کی طرف سے حدیثِ باب (جمہور کی استدلال کردہ حدیث) کی طرف سے عذر بیان کرتے ہوئے[72] صاحبِ تکملہ نے نتیجتاً ذکر کیا:

"فحمل الحدیث علی المسروق، والمغصوب، والودائع، والعواری، والمقبوض علی سوم الشراء أولی، عملاً بلفظ الحدیث، ولو حملناه علی المبیع کما فعله الجمهور، لخرج لفظ الحدیث عن حقیقته، والحقیقة أولی من المجاز"۔[73]

"حدیث کو مسروق، مغصوب، ودائع، عواری اور المقبوض علی سوم الشراء پر محمول کیا جائے، یہ حدیث کے الفاظ پر عمل کرتے ہوئے اولیٰ ہے، اگر ہم اس کو مبیع پر محمول کریں جیسا کہ جمہور نے کیا ہے، تو حدیث کا لفظ اپنے حقیقی معنی سے نکل جائے گا اور حقیقی معانی مجازی معانی سے اولیٰ ہے"۔

بعد ازاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان احادیث کی حقیقت بیان کی، جن میں لفظ بیع آیا تھا[74] اور اخیر میں جمہور کے مسلک کو الفاظِ حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے راجح قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

"وبالجملة، فالمسئلة مجتهد فيها، ولكل من الفريقين دلائل قوية، وان مذهب الجمهور أوفق بلفظ الحديث، كما أن مذهب الحنفية أوفق بالأصول الثابتة، ولهم عن حديث الباب أعذار قوية"۔[75]

"بہر حال مسئلہ قابلِ اجتہاد ہے اور فریقین میں سے ہر ایک کے لیے قوی دلائل ہیں اور جمہور کا مذہب حدیث کے لفظ کے زیادہ موافق ہے، جیسا کہ احناف کا مذہب اصولِ ثابتہ کے زیادہ موافق ہے اور حدیثِ باب کے سلسلے میں احناف کے پاس بڑے قوی عذر ہیں"۔

پھر موصوف نے جمہور کی تائید میں بیع کے ذکر پر مبنی مزید دو روایات نقل[76] کرنے کے بعد بیان کیا:

"ومجموع هذه الروايات يشكل ردها۔ ثم ان الذى روى الحديث بلفظ البيع لم يخالف غيره، وانما أتى بزيادة سكت عنها الآخرون، وزيادة ثقة مقبولة، فما بالك بما رواه أكثر من ثقة! ولذلك يظهر من كلام الامام الشيخ عبدالحى اللكنوى رحمه الله فى التعليق الممجد أنه ميال الى ترجيح مذهب الجمهور فى هذا الباب"۔[77]

"اور ان روایات (جن میں بیع کا ذکر ہے) کے مجموعہ کو رد کرنا مشکل ہے، جو حدیث کو لفظ بیع کے ساتھ روایت کرتے ہیں، وہ اس کے علاوہ (غیر کی) کی مخالفت نہیں کرتے، بلکہ وہ صرف ایک اضافی چیز لائے ہیں، جس سے دوسرے خاموش رہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ تو تیرا کیا خیال ہے! ان کے بارے میں جنہیں ثقہ سے زیادہ لوگ روایت کرتے ہوں، اسی وجہ سے عبد الحیی لکھنویؒ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اس باب میں جمہور کے مذہب کی ترجیح کی طرف میلان رکھتے ہیں"۔

ربا الفضل میں حرمت کی علت کا مسئلہ

ربا الفضل میں حرمت کی علت کے بارے میں ائمہ کی آراء اختلافی ہیں۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے احناف کی تائید میں دلائل نقلیہ وعقلیہ نقل کرنے کے بعد مالکیہ کی رائے کو راجح اور احناف کی رائے کا مبنی بر احتیاط ہونا ذکر کیا اور اخیر میں عصرِ حاضر کے تناظر میں عمل کے لحاظ سے مالکی مسلک کو اولیٰ قرار دیا ہے۔[78]

امام اعظم کے مسلک کو غیر راجح قرار دینے کے نظائر

تکملہ فتح الملہم کی ابحاثِ فقہیہ کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مذہبی تعصب کے غلو سے بڑی حد تک آزاد ہیں۔ مذاہبِ اربعہ کے اقوال کو امانت کے ساتھ نقل کرنے میں بڑے حریص ہیں۔ مکمل انصاف کے ساتھ ان کے دلائل پیش کرتے ہیں اور کسی معین مذہب کے لیے تعصب اور ہٹ دھرمی سے بچتے ہوئے اس مسلک کو ترجیح دیتے ہیں، جو دلیل سے ثابت ہو، اگرچہ وہ مذہب حنفی کے علاوہ ہو جس سے ان کا، ان کے

خاندان اور شہر والوں کا تعلق ہے اور یہی وہ مذہب ہے، جس پر ان کی تربیت ہوئی اور اسی مسلک کے اصول و فروع میں مطلع ہونے پر گہرائی میں گئے۔ گویا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی اس تحقیقی کاوش میں غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا ہے اور اگر کہیں حنفی مسلک میں کوئی کمزوری پائی گئی، تو کھلے دل سے اس کا اعتراف کیا ہے اور جمہور علمائے کرام کی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔

مدتِ رضاعت کا مسئلہ

جمہور علمائے کرام کے نزدیک مدتِ رضاعت دو سال ہے۔ یہ ائمہ کرام شافعی، احمد بن حنبل، ابو یوسف، محمد، عامر الشعبی، ابن شبرمہ، ثوری، اوزاعی، اسحاق، ابو ثور، مالک[79] اور ابن وہب رحمہم اللہ تعالیٰ[80] کا مذہب ہے۔ انہوں نے آیات مبارکہ "وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةِ"[81] اور "وَحَمْلُه وَ فِصَالُه ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا"[82] سے استدلال کیا ہے۔ امام زفرؒ کے نزدیک مدت رضاعت تین سال ہے اور یہ امام اوزاعیؒ کی بھی روایت ہے۔[83] ان کے ہاں دو سال کے بعد اتنی مدت ضروری ہے، جس میں بچہ دودھ کے علاوہ کسی اور چیز کا عادی ہو جائے، تاکہ دودھ کے ذریعے اس کے بدن کی تربیت منقطع ہو اور یہ زیادتی ایسی ہو، جس میں بچہ غذا کی تبدیلی کا عادی ہو جائے اور ایک حال سے دوسرے حال تک پھرنے کے لیے ایک سال کافی ہے۔[84] امام مالکؒ کے ہاں دو سال کے بعد اتنی مدت درکار ہے جس کے اندر بچہ دودھ چھڑانے پر ہمیشگی اختیار کرے، کیونکہ بچہ ایک بار دودھ نہیں چھوڑ دیتا، بلکہ وہ تدریجی طور پر کچھ دنوں کے اندر چھوڑتا ہے، پھر اس مدت کی مقدار سے متعلق امام مالکؒ کی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک رائے کے مطابق چھ ماہ، دوسری روایت کے مطابق دو ماہ اور تیسری رائے کے مطابق ایک ماہ درکار ہے۔[85] جبکہ ایک اور رائے کے مطابق دو سال کے بعد اتنی مدت درکار ہے جب تک دودھ کا محتاج رہے اور اس سے بے نیاز نہ ہو۔[86] مفتی تقی عثمانی صاحب کے نزدیک مالکیہ کے ہاں مختار مذہب یہ ہے کہ دو سال کے بعد دو ماہ کا اضافہ کرے۔[87] علامہ الخلیل اور الدردیر نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔[88] امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق مدتِ رضاعت دو سال اور چھ ماہ ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَحَمْلُه وَ فِصَالُه ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا"[89] سے استدلال کیا ہے۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کے استدلال کی مختلف وجوہ ذکر کرنے کے بعد امام اعظمؒ کی جانب سے دیگر مذاہب کے استدلالات کے جوابات دیتے ہوئے یوں بیان کیا ہے:

"وأما الاستدلال بقوله تعالى: "والوالدت يرضعن أولادهن حولين كاملين" فقد أجاب عنه أبوحنيفة بأن الله سبحانه أعقبه بقوله: "فان أراد فصالا عن تراض منهما الخ" فدل على أن الفصال يقع بعد تمام الحولين، لأن الفاء للتعقيب، فجازأن يكون بعد الحولين رضاع"۔[90]

”جہاں تک اللہ کے اس قول "والوالدت یرضعن اولادھن حولین کاملین" سے استدلال کا تعلق ہے تو امام ابو حنیفہ نے اس کا جواب یوں دیا: کہ اللہ تعالیٰ کا اس قول کے بعد "فان أراد فصالاعن تراض منهما" لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ دودھ چھڑانا دو سالوں کے مکمل ہونے کے بعد واقع ہو، کیونکہ فاء تعقیب کے لیے ہے، پس جائز ہے کہ وہ رضاعت کے دو سالوں کے بعد ہو“۔

پھر موصوف نے روایات کے ذریعے امام ابو حنیفہؒ کی رائے کی تائید کی، نیز اللہ کے فرمان "و فصاله فی عامین" کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو حنیفہ نے اسے غالب احوال پر محمول کیا ہے اور اس ضمن میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے کی توضیح میں شیخ ظفر احمد عثمانی کا اقتباس نقل کیا:

”أن أبا حنيفة يقول بما قال به الجمهور: أن مدة الرضاع حولان كاملان، ولكنه زاد عليهم أن الفصال قبل الحولين ليس بواجب، وانما يجب ذلک بعد اتمام الرضاعة، وهو بمضی الحولين اتفاقا، ومن المعلوم قطعا أن الصبی لا يفطم دفعة واحدة، وانما سبيله التدريج، ليتمرن علی ترک اللبن، فقدره أبوحنيفة بستة أشهر نظرا الی آية الأحقاف، واعتبارا بأقل مدة الحمل، لأن فی هذه المدة يتحول غذاء ه الی اللبن، وقد عرفت أن آية البقرة لتحديد مدة الانفاق، لا لتقدير مدة الرضاع، فاحتاط أبوحنيفة فی اثبات حرمة النكاح الی سنتين ونصف، والی هذا المعنی يشير الامام محمد فی موطئه حيث يقول: "وكان أبو حنيفة رحمه الله يحتاط بستة أشهر بعد الحولين“۔ [91]

”امام ابو حنیفہؒ بھی وہی کہتے ہیں جو جمہور کی رائے ہے: کہ مدتِ رضاعت دو مکمل سال ہے اور لیکن انہوں نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ دو سال سے قبل دودھ چھڑانا واجب نہیں اور یہ رضاعت کے مکمل ہو جانے کے بعد واجب ہے اور وہ اتفاقی طور پر دو سال کا گزر جانا ہے اور قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ بچہ یکدم دودھ نہیں چھوڑتا اور اس کا یہ عمل تدریجاً ہوتا ہے تاکہ وہ دودھ کے چھوڑنے پر عادی ہو جائے، پس ابو حنیفہ نے آیتِ احقاف کو دیکھتے ہوئے اس (عمل) کے لیے چھ ماہ کا اندازہ لگایا اور حمل کی کم سے کم مدت کا اعتبار کیا، کیونکہ اس مدت میں اس کی غذا دودھ سے پھر جائے گی اور تو جان چکا ہے کہ آیتِ بقرہ مدتِ نفقہ کی حد بندی کے لیے ہے، مدت رضاعت کی مقدار کے لیے نہیں، پس امام ابو حنیفہ نے حرمتِ نکاح کو ثابت کرنے میں اڑھائی سال کی مدت بغرض احتیاط رکھی ہے اور اسی معانی کی طرف امام محمد نے اپنی موطا میں اشارہ کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں: ابو حنیفہؒ دو سالوں کے بعد چھ ماہ بطور احتیاط شمار کرتے ہیں“۔

اخیر میں مفتی تقی عثمانی صاحب نے جمہور کے مذہب کو راجح قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

”وأما لو رجعنا الی قوة الدليل فالراجع مذهب الجمهور، ومنهم أبو يوسف ومحمد، ولذلک أفتی المتأخرون من الحنفية فی هذه المسئلة علی قولهم“۔ [92]

اگر ہم دلیل کی قوت کی طرف نظر ڈالیں، تو جمہور کا مذہب راجح معلوم ہوتا ہے اور جو امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا بھی قول ہے، اسی وجہ سے متاخرین نے اس مسئلہ میں جمہور کے قول پر فتویٰ دیا ہے"۔

بعد ازاں اسی سیاق میں ابن نجیم کی رائے یوں نقل کی:

"ولا يخفى قوة دليلهما، فان قوله تعالى: "والوالدت يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتيم الرضاعة" يدل على أنه لا رضاع بعد التمام، وأما قوله تعالى: "فان أرادا فصالاً عن تراض منهما و تشاور فلاجناح عليهما" فانما هو قبل الحولين، بدليل تقييده بالتراضی والتشاور، وبعدهما لا يحتاج اليهما"۔[93]

"اور ان دونوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں، پس فرمانِ الٰہی "والوالدت يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة" اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ دو سال کے بعد رضاعت نہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فرمان "فان أرادا فصالاً عن تراض منهما و تشاور فلا جناح عليهما" کا تعلق ہے، تو اس سے مراد رضامندی اور باہمی مشاورت کی قید دو سال سے کم مدت کے لیے ہے اور دو سال کے بعد اس کی ضرورت نہیں"۔

پھر صاحبِ تکملہ نے ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درج ذیل آثار:

۱۔ "فقال عبد الله بن مسعود: لا رضاع الا ما كان فی الحولين"۔[94]

"عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: رضاعت صرف دو سال میں معتبر ہوتی ہے"۔

۲۔ "عن ابن عباس قال:" لا رضاع الا ما كان فی الحولين"۔[95]

"ابن عباس سے مروی ہے، فرمایا:" دو سال کے بعد رضاعت نہیں"۔

سے مسلک جمہور کی تائید کی۔ یہ مثال اس ضمن میں صریح ہے کہ مفتی تقی عثمانی صاحب مذہبی تعصب سے آزاد ہیں۔

فقہائے احناف کی اختلافی آراء میں مفتیٰ بہ اور راجح قول

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں حنفی مسلک کے علمائے کرام کی آراء مختلف ہوں، تو مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان اختلافی آراء میں سے مفتیٰ بہ و مختار قول اور ترجیحی رائے کے ذکر کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اس اسلوب کے چند نظائر ملاحظہ کیجئے۔

خمر کی تعریف کے بارے میں مفتیٰ بہ قول

شراب کی خرید و فروخت تمام فقہائے کرام کے نزدیک حرام ہے، البتہ خمر کی تعریف کے بارے میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے:

"انگوروں کا کچا پانی، جب وہ گاڑھا ہو جائے اور جوش مارنے لگے"۔[96]

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو بیچنا مطلقاً حرام ہے اور جہاں تک دیگر حرام مشروبات یا نشہ آور اشیاء کا تعلق ہے، تو ان کی بیع امام اعظمؒ کے ہاں باوجود مکروہ ہونے کے منعقد ہو جاتی ہے، اس لیے کہ حدیث میں خمر کی بیع سے منع کیا گیا ہے اور خمر کے نام کا اطلاق صرف انگوروں کے کچے پانی پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ باقی شرابوں میں ان کا قیمت والا ہونا اپنی اصل پر باقی رہے گا، جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک انگوروں، کھجوروں اور کشمش کے رس کو پکا کر حاصل کردہ جوس بھی خمر کے حکم میں ہے اور ان سب کی بیع حرام ہے۔[97]

مفتی تقی عثمانی صاحب نے امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کی اختلافی آراء نقل کرنے کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

"وحاصل ذلک أن البیع باطل علی القول المختار عند الحنفیة فی الخمر، یعنی النئی من ماء العنب فقط، وبیع الأشربة المحرمة أو المسکرة منعقد عندهم مع الکراهة"۔[98]

"احناف کے قولِ مختار کے مطابق خمر، یعنی صرف انگوروں کے کچے پانی کی بیع حرام ہو گی اور دوسری حرام یا نشہ آور چیزوں کی بیع ان کے ہاں کراہت کے ساتھ منعقد ہو جائے گی"۔

معینہ فلوس (سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں سے بنے سکے) کو تفاضل کے ساتھ بیچنے کا مسئلہ

ایک متعین سکہ کو دوسرے دو متعین سکوں کے بدلے بیچنے کے بارے میں فقہ حنفی کے علمائے کرام کی آراء اختلافی ہیں۔ امام محمدؒ کے نزدیک یہ بیع ناجائز ہے، ان کے ہاں سکے متعین کرنے سے بھی متعین نہیں ہوتے، کیونکہ یہ ثمن ہیں اور ثمن متعین نہیں ہوتے اور معاملہ کرنے والوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی ثمنیت کو باطل کر دیں، کیونکہ ان کا ثمن ہونا سب کی اصطلاح سے ثابت ہو چکا ہے اور بعض کی اصطلاح سے یہ ساقط نہیں ہو سکتا۔ جبکہ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک معینہ فلوس کو تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز ہے، وہ کہتے ہیں کہ فلوس اصل میں سامان تھے اور وہ متعاقدین کی اصطلاح سے ثمن ہیں۔ اگر وہ ثمنیت کے ابطال پر اور اصل کی طرف لوٹنے میں اصطلاح قائم کر لیں، تو ان کے لیے اختیار ہے۔ اس وقت یہ سکے عددی سامان بن جائیں گے اور ان میں اضافہ جائز ہو گا، جیسا کہ تمام عددی اشیاء میں ہوتا ہے۔[99]

مفتی تقی عثمانی صاحب نے ان اختلافی آراء کے اندراج کے بعد عصرِ حاضر کے تناظر میں امام محمدؒ کے قول کو زیادہ قابلِ عمل اور راجح قرار دیتے ہوئے بیان کیا:

"والذی یظهر لهذا العبد الضعیف۔ عفا الله عنه۔ أن قول محمد رحمه الله أولی بالأخذ فی زماننا، فانه قد نفدت الیوم دراهم أودنانیر مضروبة بالفضة أو الذهب، وصارت الفلوس بمنزلتها فی کل شیئ، فلو أبیح التفاضل فیها۔ ولو بتعیینها۔ لا نفتح باب الربا بمصراعیه لکل من هب ودب، فینبغی أن یختار قول محمد رحمه الله"۔[100]

"اور میرے سامنے یہ ظاہر ہوا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام محمدؒ کا قول زیادہ قابلِ عمل ہے، آج کل درہم یا دینار ختم ہو چکے ہیں، جو سونے یا چاندی کے بنائے جاتے تھے اور یہ سکے ہی ہر چیز میں ان کی جگہ پر آچکے ہیں پس اگر ان کے اندر اضافہ کو جائز کہہ دیا جائے۔ اگرچہ متعین کر کے ہی ہو۔ تو ربوٰا کا دروازہ ہر اس شخص کے لیے، جو تیز چلنے والا ہے اور جو آہستہ چلنے والا ہے، کھل جائے گا۔ پس مناسب ہے کہ امام محمد کے قول کو اختیار کیا جائے"۔

مزید فرماتے ہیں:

"ثم ان قول محمد رحمه الله يبدو راجحاً من حيث الدليل أيضا، لأن ابطال ثمنية الفلوس لا يتصور له مقصود صحيح، فقلما يوجد من يطمع فى خصوص مادة الفلوس من حيث كونها قطعات صفر أو حديد. وانما يرغب فيها من حيث ثمنيتها، فلو تصالحا على ابطال ثمنيتها، لا يكون ذلك الا حيلة مصطنعة لتحليل التفاضل، ومثل ذلك لا يقبله الشرع. نعم يمكن أن يتصور قول الشيخين فى الفلوس التى يقصد اقتناؤها من حيث موادها وصنعتها،ولايقصد التبادل بها، كما هو معتاد عند بعض الناس فى عصرنا من اقتناء عملات شتى البلاد، وشتى الأنواع، لتكون ذكرى تاريخية، ففى مثل هذه الفلوس يمكن أن يتصور ما قاله الشيخان رحمهما الله، ويبدو أن فى التفاضل فى مثل هذه الفلوس سعة على قول الشيخين، وأما الفلوس التى يقصد بها التبادل، دون خصوص المادة، فلا ينبغى المساهلة فى أمرها، فانها من أقوى الذرائع الى الربا، فلا بدمن سدها"۔[101]

"امام محمدؒ کا قول دلیل کے اعتبار سے بھی راجح ہے، کیونکہ فلوس کی ثمنیت کے باطل ہونے کا کوئی خاص صحیح مقصود و متصور نہیں ہوتا، بہت کم ایسا بندہ ملے گا، جو فلوس کے مادہ میں خاص طور پر طمع کرے گا۔ اس لیے کہ وہ پیتل یا لوہے کے ٹکڑے ہیں۔ ان میں ان کے ثمن ہونے کی وجہ سے رغبت کی جاتی ہے، اگر ان کی قیمت کے باطل ہونے پر دو بندے صلح کر لیتے ہیں، تو یہ محض تفاضل کو حلال کرنے کے لیے خود ساختہ حیلہ ہو گا اور شریعت ایسے حیلے کو قبول نہیں کرتی۔ ہاں ممکن ہے کہ ان سکوں میں شیخین کے قول کا تصور کر لیا جائے، جنہیں مادہ اور صنعت کے اعتبار سے جمع کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اور ان میں تبادل کا ارادہ نہیں کیا جاتا، جیسا کہ ہمارے زمانے میں بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ مختلف ملکوں اور قسموں کے سکے جمع کرتے ہیں، تاکہ تاریخی یادگار ان کے پاس ہو۔ ممکن ہے کہ اس قسم کے لوگوں میں وہ بات تصور کر لی جائے، جو شیخین نے کہی اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے سکوں میں تفاضل کی گنجائش ہے اور جہاں تک ان سکوں کا تعلق ہے جن سے تبادلہ کا ارادہ ہوتا ہے، خاص مادے کا ارادہ نہیں ہوتا، ان کے معاملے میں سہولت دینا مناسب نہیں، یہ سود کا بہت بڑا ذریعہ ہو گا، اس کو بند کرنا ضروری ہے"۔

المختصر یہ کہ تکملہ فتح الملہم کو شروحِ صحیح مسلم میں امتیازی مقام حاصل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے والد مفتی محمد شفیع کے حکم پر یہ شرح لکھی۔ پے در پے مشغولیات، لگاتار اسفار اور متفرق انواع کی مصروفیات کی وجہ سے صاحب تکملہ نے اٹھارہ سال اور نو ماہ کی مدت میں اس شرح کی تکمیل کی۔ چھ جلدوں پر مشتمل شرحِ ہذا کے چار معروف

نسخے دستیاب ہیں جن میں ضخامت، حوالہ جات، الفاظ اور عبارات کا تفاوت پایا جاتا ہے۔ جدید انداز و اسلوب پر مرتب یہ شرح ایک امتیازی مقام کی حامل ہے۔ اس میں حدیث وفقہ کی متداول اور اساسی کتب پر انحصار کیا گیا ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کو چونکہ انگریزی زبان پر قدرت اور عصری علوم میں دسترس حاصل ہے۔ انہوں نے مسائلِ جدیدہ کے حل میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کیا اور قدرت کی طرف سے انہیں اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، مختلف اسلامی بینکوں اور اقتصادی مراکز میں جدید مسائل کو سمجھنے اور ان کے شرعی احکام واضح کرنے کے مواقع میسر آئے۔ چنانچہ انہوں نے اس شرح میں جدید مسائل کا حل بھی امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ فقہی مسائل کی تحقیق میں مفتی تقی عثمانی صاحب کے مختلف مناہج ہیں۔ بعض مقامات پر موصوف نے جمہور مسلک کی تائید میں جمہور علمائے کرام کی جانب سے صحیح مسلم کی احادیث کی تاویلات پیش کرتے ہوئے مسلک جمہور کو راجح قرار دیا ہے، بعض مسائل میں مسلکِ حنفی کی تائید کی ہے، فقہائے احناف کی اختلافی آراء کی صورت میں مفتیٰ بہ قول کا ذکر کیا ہے۔ مزید برآں حنفی ہونے کے باوجود بعض مسائل میں موصوف فریقِ مخالف کے مسلک کو راجح قرار دیا ہے۔

حوالہ جات

[1] تقی عثمانی، محمد، مفتی، تکملہ فتح الملہم، مکتبۃ دار العلوم کراچی، ۱۴۳۲ھ، ۱/۳۶

Taqi Usmani, Muhammad, Mufti, Takmila Fatah al Mulhim, Maktaba Dar ul Uloom Karachi, 1432h, 1/36

[2] النووی، یحییٰ بن شرف، ابوزکریا، صحیح مسلم بشرح النووی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۰۱ھ، کتاب الرضاع، ۱۰/۲۹

Al-Nawawi, Yahya bin Sharaf, Abu Zakaria, Sahih Muslim bi Sharhi Al Nawawi, Dar Al Fikr Lil Tabbat wal Nashar wal Tozee, 1401h, Kitab ul Rizaa, 10/29

[3] تکملہ، ۱/۳۶؛ النووی، یحیی بن شرف، المجموع شرح المہذب، تحقیق، الدکتور محمد مطرجی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۷ھ، کتاب الرضاع، ۱۹/۳۱۸

Takmila, 1/36; Al Nawawi, Yahya Bin Sharaf, Dar al Fikr lil Tabbat wal Nashar wal Tozee, Edition 1st, 1417h, Kitab ul Rizaa, 19/318

[4] تکملہ، ایضاً، شرح المھذب، ایضاً

Takmila, ibid, Sharh al Muhazzab, ibid

[5] "وحدثنی عن مالک، عن نافع، ان صفیۃ بنت أبی عبید أخبرتہ: ان حفصہ ام المؤمنین أرسلت بعاصم بن عبد اللہ بن سعد الی أختھا فاطمۃ بنت عمر بن الخطاب ترضعہ عشر رضعات لیدخل علیھا وھو صغیر یرضع، ففعلت، فکان یدخل علیھا"۔ مالک بن أنس، الموطأ امام مالک، تحقیق، احمد علی سلیمان، دار الغد الجدید، المنصورۃ، مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۲۶ھ، کتاب الرضاع، باب: رضاعۃ الصغیر، ۲/۳۸

Malik Bin Anas, Almuta Imam Malik, Tehqeeq, Ahmad Bin Suleman, Dar ul ghad Al jadeed, Almansoora, Egypt, Edition 1st, 1426h,Kitab ul rizaa, Baab: Rizaat ul Sagheer, 2/83

[6]النساء،۴:۲۳

Al- Nisa, 4:23

[7]تکملہ،۱/۳۶

Takmila, 1/36

[8]الزبیدی، محمد مرتضی، عقود الجواھر المنیفۃ، مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ، باب الرضاع، ۱/۲۶۰

Al- Zubaidi, Muhammad Murtaza, uqood ul jawahir al munifa, Muasasat al risala, Lil Tabbat wal Nashar wal Tozee, Beirut, Edition 1st, 1406h, Baab ul Rizaa, 1/260

[9]مسلم بن حجاج، ابوالحسین، القشیری، صحیح مسلم، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۱ھ، کتاب الرضاع، باب: تحریم الرضاعۃ من ماء الفحل، (۳۵۷۹)؛ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، جامع الترمذی، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ

Muslim Bin Hajaj, Abu al hussain, Al Qushairi, Sahih Muslim, Dar ul salam lil nashar wal touzee, Edition 2nd, 1421h, Kitab ul rizaa, Baab: Tehreem ul rizaa min maa il fahl, (3579); Al tirmizi, Muhammad Bin Eesa, Abu Eesa, Jamee Al Tirmizi, Dar ul salam lil nashar wal touzee, Al riaz,1430h

[10]صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب: یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ، (۳۵۶۸)

Sahih Muslim, Kitab ul Rizaa, Baab: Yuharimu min al rizaat ma yuharimu min al wiladat, (3568)

[11]" أن علیا وابن مسعود کان یقولان: یحرم من الرضاع قلیلہ وکثیرہ"۔ النسائی، احمد بن شعیب بن علی، سنن النسائی، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ، کتاب النکاح، باب: القدر الذی یحرم من الرضاع، (۳۳۱۳)

Al Nisai, Ahmad Bin Shoaib Bin Ali, Sunan Al nisai, Dar ul salam lil nashar wal touzee, Al riaz, 1430h, Kitab ul Nikah, Baab:Al qadar allazi yuharimu min al Rizaa,(3313)

[12]"ماکان فی الحولین وان کانت مصۃ واحدۃ تحرم"۔ الموطأ، کتاب الطلاق، باب: الرضاع، ۲/۵۹۵

Al muta, Kitab ul Talaq, Baab: Al Rizaa, 2/595

[13]عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تحرم المصۃ والمصتان"۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب فی المصۃ والمصتان، (۳۵۹۰)؛ "أن أم الفضل حدثت أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تحرم الرضعۃ أو الرضعتان أو المصۃ أو المصتان"۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب: فی المصۃ والمصتان، (۳۵۹۳)؛ "عن عائشۃ، أنھا قالت: کان فیما أنزل من القرآن عشر رضعات معلومات یحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی فیما یقرء من القرآن"۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب: التحریم بخمس رضعات، (۳۵۹۷)؛ "عن نافع، ان صفیۃ بنت أبی عبید أخبرتہ: ان حفصۃ ام المؤمنین أرسلت بعاصم بن عبد اللہ بن سعد الی أختھا فاطمۃ بنت عمر بن الخطاب ترضعہ عشر رضعات لیدخل علیھا وھو صغیر، ففعلت، فکان یدخل علیھا"۔ الموطأ امام مالک، کتاب الرضاع، باب: رضاعۃ الصغیر، ۲/۳۸۳

Sahih Muslim, Kitab ul Rizaa, (3590,3593,3597);Almota Imam Malik, Kitab ul Rizaa, Baab: Rizaat ul Sagheer, 2/383

[14] تکملہ،۱/۳۸

Takmila, 1/38

[15] تکملہ،۱/۴۳۳؛النووی، یحییٰ بن شرف، ابوزکریا، صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب البیوع، باب: کراء الارض،۱۰/۱۹۸

Takmila, 1/433, Al Nawawi, Yahya Bin Sharaf, Abu Zakaria, Sahih Muslim bi Sharhi Al-Nawawi, Kitab-ul-biyu, Baab: kara al arz, 10/198

[16] تکملہ،۱/۴۳۳؛ابن حزم، علی بن احمد بن سعید، المحلی، دار الجیل بیروت، دار الآفاق، الجدیدہ، بیروت، س۔ن، احکام المزارعۃ،۸/۲۲۴

Takmila,1/433; Ibn e hazam, Ali bin ahmad bin saeed, Al muhalla, Dar ul jail Beirut, Dar ul Aafaq Al jadida, Beirut, No year, Ahkaam ul muzariat, 8/224

[17] تکملہ،۱/۴۳۲؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: کراء الارض،(۳۹۱۵)

Takmila, 1/432, Sahih Muslim, Kitab ul biyo, Baab: Kiraal arz, (3915)

[18] تکملہ،۱/۴۳۳؛ صحیح مسلم؛ کتاب البیوع، باب: کراء الارض بالذہب والورق،(۳۹۵۱)

Takmila, 1/433; Sahih Muslim; Kitab ul biyoo, Baab: Kiraal arz bil zahb wal waraq, (3951)

[19] تکمہ،۱/۴۳۴؛ البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح البخاری، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۱۹ھ، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب: کراء الارض بالذہب والفضۃ،(۲۳۴۶،۲۳۴۷)

Takmila,1/434;Al Bukhari, Muhammad Bin Ismail, Abu Abdullah, Sahih Al Bukhari, Dar ul islam lil nashar wal tozee, AlRiaz, Edition 2nd, Kitab ul hars wal muzariat, Baab: kiraaal arz bil zahab wal fizat, (2346,2347)

[20] تکملہ،۱/۴۳۴؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: کراء الارض بالذہب والورق،(۳۹۵۲)

Takmila, 1/434; Sahih Muslim, Kitab ul biyoo, Baab: Kira ul arz bil zahb wal waraq, (3952)

[21] تکملہ،۱/۴۳۴؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: کراء الارض بالذہب والورق،(۳۹۵۳)

Takmila, 1/434; Sahih Muslim, Kitab ul biyoo, Bab: Kira ul arz bil zahb wal waraq, (3953)

[22] تکملہ،۱/۴۳۴؛ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، سنن ابی داؤد، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۳۰ھ، کتاب البیوع، باب: المزارعۃ،(۳۳۱۹)

Takmila,1/434; Abu Daood,Suleman Bin Ashas, Al sajastani,Sunan Abi Daood, Dar ul salam lil nashar wal tozee, Al riaz,1430h, Kitab ul Biyoo, Baab: Almuzariat(3319)

[23] تکملہ،۱/۴۳۴؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: فی المزارعۃ والمؤاجرۃ،(۳۹۵۶)

Takmila, 1/434; Sahih Muslim, Kitab ul biyu, Baab: Fi al mazarat wal muajarat, (3956)

[24] تکملہ، ۱/۴۳۴؛ الھیثمی، علی بن ابی بکر، نور الدین، حافظ، کشف الأستار عن زوائد البزار علی الکتب الستۃ، تحقیق، حبیب الرحمن الا عظمی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۹ھ، ۲/۹۵_۹۶

Takmila,1/434; Al haismi,Ali bin Abi Bakar,Noor ul din,Hafiz,Kashaf ul Astar un Zawaed ul bzar alal kutab il sita, Tehqeeq, Habib ul Rehman Al Azmi, moassisatul risalat, Beirut, Edition ist,1399h,2/95-96

[25] تکملہ، ۱/۴۳۴_۴۳۵

Takmila, 1/434-435

[26] تکملہ، ۱/۴۳۵؛ ابن قدامۃ، عبد اللہ بن احمد بن محمد، المغنی، دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۴۱۹ھ، باب المزارعۃ، فصل فی اجارۃ الارض، ۷/۵۶۹_۵۷۲

Takmila 1/435; Ibn e Qudama, Abdullah Bin Ahmad Bin Muhammad, Al Mughni, Dar e Alam Al Kutab Lil Tabaat Wal Nashar Wal Tozee, Mecca, Saudi Arabia, Edition 4th,1419h,Baab Al muzariat, Fasal fi Ijarat ul araz, 7/569-572

[27] تکملہ، ۱/۳۲۵_۳۲۶

Takmila, 1/325-326

[28] تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/۴۳۶_۴۴۴

For Details see, Takmila, 1/436-444

[29] تفصیل ملاحظہ کیجئے، تکملہ، ۱/۶۷۰_۶۷۲

For Details see, Takmila, 1/670-672

[30] تکملہ، ۱/۶۸_۷۱؛ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب: الولد للفراش وتوقی الشبھات، (۳۶۱۳)

Takmila, 1/68-71; Sahih Muslim, Kitab ul Rizaa, Bab: Al walad lil firash wa Tuwaqa il shubhat, (3613)

[31] احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ، الشیبانی، مسند الامام احمد بن حنبل أبي عبد اللہ الشیبانی، دار احیاء التراث العربی، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۴ھ، حدیث سودۃ بنت زمعۃ رضی اللہ عنھا، (۲۶۸۷۳)، ۷/۵۸۱

Ahmad Bin Hambal,Abu Abdullah,Al shaibani,Musnad Al imam Ahmad Bin Hambl Abi Abdullah Alshebani,Dar e Ahya Alturas ul arabi,Edition 2nd,1414h,Hadith soda bint e Zamaa,(26873),7/581

[32] دیکھیے، تکملہ ہذا، ۱/۷۳_۷۴

See, Takmila, 1/73-74

[33] تکملہ، ۱/۷۴

Takmila, 1/74

[34] تکملہ، ۱/۷۴؛ سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب: الحاق الولد بالفراش۔۔۔، (۳۵۱۳)

Takmila, 1/74; Sunan Al Nasai, Kitab al Talaq, Bab: Alhaq al walad bil firash..., (3513)

[35] تکملہ، ۱/۷۴؛ مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث عبد اللہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۱۵۶۹۴م)، ۴/۵۷۱؛ المصنف عبد الرزاق، ابواب القذف، باب: الرجلان یدعیان الولد، (۱۳۸۲۰)، ۷/۴۴۳

Takmila,1/74;Musnad Al imam Ahmad Bin Hambl,Hadith Abdullah Bin Zubair Alawam, (15694), 4/571; Almusanif Abdul Razaq, Abwab ul Qazaf, Baab: Alrajulani yadiyani al walad, (13820)7/443

[36] تکملہ، ایضاً؛ مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث سودۃ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا، (۲۶۸۷۳)، ۷/۵۸۱

Takmila, ibid;Musnad Al Imam Ahmad Bin Hanbal, Hadith Saudah Bint Zam'ah (RA), (26873), 7/581

[37] تکملہ، ۱/۷۶؛ الکشمیری، محمد، انور شاہ، فیض الباری علی صحیح البخاری، المکتبۃ الرشیدیۃ، سرکی روڈ، کوئٹہ، س۔ن، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات، ۳/۱۸۸۔۱۸۹

Takmila,1/76; Al Kashmiri, Muhammad,Anwar Shah, Faiz ul Bari ala Sahih Al B ukhari, Almaktaba Al Rashidia, sirki road Quetta, no year, Kitab ul Biyoo, Baab Tafseer ul Mushbihat, 3/188-189

[38] تکملہ، ۱/۷۶؛ الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر الطبری، تعلیق، محمود شاکر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س۔ن، ۱۸/۹۰

Takmila,1/76; Al tabari,Muhammad Bin Jareer, Abu Jafer, jami ul bian un taweel ul Quran Almaroof Tafseer Al tabari, Taaleeq, Mehmood Shakir, Dar e 18/90 Ahya Al turas ul Arabi, Beirut, Lebanon, no year,

[39] تکملہ، ۱/۷۶؛ مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث عبد اللہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۱۵۶۹۴م)، ۴/۵۷۱

Takmila,1/76;Musnad Al imam Ahmad Bin Hambl, Hadith Abdullah Bin Zubair 4/571 Bin Alawam, (15694),

[40] تکملہ، ۱/۷۶۔۷۷؛ مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث: سودۃ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا، (۲۶۸۷۳)، ۷/۵۸۱

Takmila,1/76-77,Musnad Alimam Ahmad Bin Hanmbal,Hadith:Soda Bint e zuma,(26873),7/581

[41] تکملہ، ۱/۷۷؛ الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ، ابو جعفر، شرح معانی الآثار، محقق، محمد زہری النجار، مکتبۃ دار الباز عیاض احمد الباز مکۃ المکرمۃ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۱۶ھ، کتاب العتاق، باب: الأمۃ یطؤھا مولدھا ثم یموت۔۔۔، ۳/۱۱۶

Takmila,1/77; Al Tuhavi, Ahmad Bin Muhammad Bin Salama Bin Abdul Malik Bin Salma, Abu Jafer, Sharah Maani ul Asaar, Muhaqiq, Muhammad Zuhri Alnjar, Maktaba Dar ul Baz Ayaz Ahmad Albaz, Mecca, Edition 2nd,1416h, Kitab ul itaq, 3/116

[42] تکملہ، ۱/۷۷؛ شرح معانی الآثار، کتاب العتاق، باب: الأمۃ یطؤھا مولدھا ثم یموت۔۔۔، ۳/۱۱۶

Takmila,1/77; Sharah Maani ul Asaar, Kitab ul itaq, 3/116

[43] تکملہ، ۱/۷۷۔۷۸؛ الموطأ، کتاب النکاح، باب: العزل، ۲/۵۰۱

Takmila,1/77-78; Almuta,Kitab ul nikah, Baab: Alazal, 2/501

[44]تکملہ،۱/۲۰۲؛بدر الدین العینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، ۲۰۰۵، کتاب العدۃ، باب: قصۃ فاطمۃ بنت قیس، ۱۴/۳۳۹؛ ملخص از الجصاص، احمد بن علی، الرازی، ابو بکر، أحکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۲ھ، ۵/۳۵۵_۳۵۶

Takmila,1/202;Badar ul din Alaini,Mehmood Bin Ahmad,Umda tul Qari Sharah Sahi Al Bukhari, Dar ul fikr lil tabaat wal nasher wal tozeeh, Beirut, Lebanon, 2005, Kitab ul idat, Baab: Qissa Fatima Bint e Qais, 14/339; Abstract from Al jassas,Ahmad Bin Ali, Al Razi, Abu Bakar, Ahkaam ul Quran, Dar e Ahya Alturas ul Arabi, Beirut, Lebanon,1412h,5/355_356

[45]البقرۃ،۲:۲۴۱

Al-Baqara, 2:241

[46]البقرۃ،۲:۲۳۳

Al-Baqara, 2:233

[47]الطلاق،۶۵:۶

Al-Talaq, 6:65

[48]تکملہ،۱/۲۰۵؛شرح معانی الآثار، کتاب الطلاق، باب: المطلقۃ طلاقا بائنا ماذا لھا علی زوجھا فی عدتھا، ۳/۶۸

Takmila,1/205;Sharah Maani ul Aasar,kitab ul Talaq,Bab:Almutaliqa talaqun bainun maza laha ala zojiha fi idatiha,3/68

[49]تکملہ،۱/۲۰۷؛ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب: المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا،(۳۷۱۹)

Takmila, 1/207; Sahih Muslim, Kitb ul Talaq, Baab: Almutalliqa Albaen la nafaqa laha, (3719)

[50]تکملہ ۱/۲۰۷؛ صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب: قصۃ فاطمہ بنت قیس۔۔۔،(۵۳۲۴،۵۳۲۳)

Takmila,1/207, Sahih Al Bukhari, Kitb ul Talaq, Baab: Qissa Fatima bint e qais---,(5323,5324)

[51]تکملہ،۱/۲۰۷؛شرح معانی الآثار، کتاب الطلاق، باب: المطلقۃ طلاقا بائنا ماذا لھا علی زوجھا فی عدتھا، ۳/۶۸

Takmila1/207, Sharah Maani ul asar, Kitab al Talaq, Baab: Almutaliqa talaqun bainun maza laha ala zojiha fi iddatiha, 3/68

[52]تکملہ،۱/۲۰۷؛شرح معانی الآثار، کتاب الطلاق، باب: المطلقۃ طلاقا بائنا ماذا لھا علی زوجھا فی عدتھا، ۳/۶۸

Takmila1/207, Sharah Maani ul asar, Baab: Almutaliqa talaqun bainun maza laha ala zojiha fi iddatiha, 3/68

[53]تکملہ،۱/۱۹۶_۲۰۱؛ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب: المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا،(۳۶۹۷)

Takmila, 1/196-201; Sahih Muslim, Kitab al Talaq, Baab: Almutalliqa Albaen la nafaqa laha, (3697)

[54]تکملہ،۱/۲۰۷

Takmila, 1/207

[55]ابن عباس سے فاحشۃ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "وہ گھر والوں پر سخت کلام ہے"۔ الصنعانی، عبد الرزاق بن همام، ابو بکر، المصنف، تحقیق، حبیب الرحمن الاعظمی، منشورات المجلس العلمی، س۔ن، کتاب الطلاق، باب: "الا أن یاتین بفاحشۃ"، (۱۱۰۲۲)، ۶/۳۲۳

Al Sanaani, Abdul Razzaq bin Hammam, Abu Bakar, Al musanif, Tehqeeq, Habib Ul Rehman Al Aazmi, Manshoorat Almajlis ul ilmi, no year, Kitab ul Talaq, Baab: illa un yateena bi fahishatin, (11022),6/323

[56]تکملہ، ۱/ ۳۶۷۔۳۷۴؛ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، (۳۸۵۳)

Takmila,1/367-374;Sahih Muslim, Kitab ul Biyu, Baab: Saboot khayar ul majlis lil mutbayieen, (3853)

[57]تکملہ، ۱/ ۳۶۷؛ المغنی، کتاب البیوع، ۶/ ۱۰؛ محمد عبد الحئ، ابو الحسنات، التعلیق الممجد علی موطا محمد رحمہ، فرنگی محل لکھنؤ، س۔ن، کتاب البیوع فی التجارات والسلم، باب: مایوجب البیع بین البائع والمشتری، ص: ۳۴۰

Takmila, 1/367; Al-Mughni, Kitab ul biyu, 6/10, Muhammad Abdul Haye, Abu ul Husnat, Al taliq al mumjid Ala Muta Muhammad , fringy Mehal Lucknow, No Year, Kitab ul biyu fil Tijarat wal silm, page: 340

[58] تکملہ، ۱/ ۳۶۷۔۳۶۸؛ ابن الترکمانی، علاؤ الدین علی بن عثمان، السنن الکبری مع الجوهر النقی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، س۔ن، کتاب البیوع، باب: المتبایعان بالخیار مالم یتفرقا، ۵/ ۲۷۲؛ التعلیق الممجد، کتاب البیوع فی التجارات والسلم، باب: مایوجب البیع بین البائع والمشتری، ص: ۳۴۰

Takmila, 1/367-368; Ibn al Turkmani, Ala ud din Ali Bin Usman, Al Sunan Al Kubra Maa Al Juhar al Naqi, adara Talifat e Ashrafia, Multan, No Year, Kitab ul biyu, 5/272; Al taliq al mumjid, Kitab ul biyu fil Tijaraat wal silm, Baab ma yojibu al beya bain al baie wal mushtari page: 34

[59]تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۳۶۸۔۳۶۹

For details see, Takmila, 1/368-369

[60]تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۳۶۹۔۳۷۲

For details see, Takmila, 1/369-372

[61]"عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قال: اذا تبایع الرجلان فکل واحد منہما بالخیار مالم یتفرقا وکانا جمیعا، أو یخیر أحدہما الآخر فتبایعا علی ذلک فقد وجب البیع، وان تفرقا بعد أن یتبایعا ولم یترک واحد منہما البیع فقد واجب البیع"۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب: ثبوت خیار المجلس للمتبایعین، (۳۸۵۵)

Sahih Muslim, Kitab al biyu,Baab Saboot khiyar ul Majlis lil mutbayaeen, (3855)

[62]تکملہ، ۱/ ۳۷۳

Takmila, 1/373

[63]تفصیلات کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۳۷۳

For details see, Takmila, 1/373

[64]تکملہ، ۱/ ۳۷۴

Takmila, 1/374

[65] تکملہ، ۱/ ۴۹۳۔۴۹۴؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب: من أدرک مابا عہ عند المشتری وقد أفلس، (۳۹۸۷)

Takmila, 1/493-494, Sahih Muslim, kitab al-musaaqat wal muzariat, Bab: Man adraka ma ba'ahu inda al mushtari wa qad aflasa, (3987)

[66] تکملہ، ۱/ ۴۹۴؛ المغنی، کتاب البیوع، ۶/ ۵۳۸

Takmila, 1/494; Al-Mughni, Kitab ul-biyu, 6/538

[67] تکملہ، ۱/ ۴۹۴؛ عمدۃ القاری؛ کتاب فی الاستقراض، باب: اذا وجد مالہ عند مفلس فی البیع، ۹/ ۱۲۰

Takmila, 1/494; Umdat Ul Qari; Kitab fil Istiqraz, Bab: iza wajada malaho inda muflis fi al baye, 9/120

[68] تکملہ، ۱/ ۴۹۴؛ المصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب: الرجل یفلس فیجد سلعتہ بعینھا، (۱۵۱۷۱)

Takmila, 1/494; Almusanif Abdul Razzaq, Kitab ul biyu, Bab: al rajulu yuflisu fayajidu salatuho b ayeniha, (15171)

[69] ملخص از تکملہ، ۱/ ۴۹۴۔۴۹۵

Abstract from Takmila, 1/494-495

[70] دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۴۹۵۔۴۹۶

See, Takmila, 1/495-496

[71] تکملہ، ۱/ ۴۹۶

Takmila, 1/496

[72] تفصیل کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۴۹۶۔۴۹۷

For details see, Takmila, 1/496-497

[73] تکملہ، ۱/ ۴۹۷

Takmila, 1/497

[74] تکملہ، ۱/ ۴۹۷۔۵۰۰

Takmila, 1/497-500

[75] تکملہ، ۱/ ۵۰۰

Takmila, 1/500

[76] أیضاً

Ibid

[77] تکملہ، ۱/ ۵۰۱؛ التعلیق الممجد، ص: ۳۴۲۔۳۴۳

Takmila, 1/501; Al taaliq al mumjid, page: 342-343

[78] تفصیل کے لیے دیکھیے، تکملہ، ۱/ ۵۷۸۔۵۸۴

For details see, Takmila, 1/578-584

[79] تکملہ، ۱/ ۵۳؛ عمدہ القاری، کتاب النکاح، باب: من قال لارضاع بعد حولین، ۱۴/ ۴۵۔۴۶

Takmila, 1/53; Umda Tul Qari, Kitab al Nikah, Bab: Man qala la rizaa bad hulain, 14/45-46

[80] تکملہ، ایضاً؛ابن حجر العسقلانی، احمد بن شہاب، ابوالفضل، فتح الباری، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الرابعۃ،۱۴۰۸ھ، کتاب النکاح، باب: من قال لارضاع بعد حولین،۹/۶۶

Takmila, ibid; Ibn Hajar al Asqalani, Ahmad Bin Shahab, Abu al Fazal, Fath Al Bari, Dar e Ahya Alturas ul Arabi, Beirut, Lebanon, Edition 4th, 1408h, Kitab al Nikah, Bab: Man qala la rizaa bad hulain, 9/66

[81] البقرۃ،۲:۲۳۳

Al Baqarah, 2:233

[82] الاحقاف،۴۶:۱۵

Al Ahqaf, 15:46

[83] تکملہ،۱/۵۳؛ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، ابوالفدا، تفسیر القرآن العظیم، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت،۱۴۳۲ھ،۱/۲۴۸

Takmila, 1/53; Ibn Kathir, Ismail Bin Kathir, Abu al Fida, Tafseer al Quran al azeem, Mecca, saida, Beirut, 1432h, 1/248

[84] تکملہ، ایضاً؛ابن الھمام، محمد بن عبدالواحد، کمال الدین، فتح القدیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ،۱۴۲۲ھ، کتاب الرضاع، ۳/۴۲۳

Takmila, ibid; Ibn al-Hammam, Muhammad Bin Abdul Wahid, Kamal ul Din, Fath al Qadir,Dar Al Kutub Al Ilmiyah, Beirut, Lebanon, Edition 1st, 1422h, Kitab ul Rizaa, 3/423

[85] تکملہ، ایضاً؛فتح الباری، کتاب النکاح، باب: من قال لارضاع بعد حولین،۹/۶۶

Takmila, ibid; Fath al Bari, Kitab al Nikah, Bab: Man qala la rizaa bad hulain, 9/66

[86] تکملہ، ایضاً؛فتح القدیر، کتاب الرضاع،۳/۴۲۳

Takmila, ibid; Fath al Qadir, Kitab ul Rizaa, 3/423

[87] تکملہ، ایضاً؛مالک بن أنس، المدونۃ الکبری، تحقیق، أحمد عبد السلام، مکتبۃ دار الباز، عباس احمد الباز، مکۃ المکرمۃ، الطبعۃ الاولیٰ،۱۴۱۵ھ، کتاب الرضاع، باب: ماجاء فی رضاع الکبیر،۲/۲۹۷-۲۹۸

Takmila, ibid; Malik Bin Anas, Al Mudawwana tul Kubra, Tehqeeq, Ahmad Abdul Salam, Maktaba dar ul baz, Abbas Ahmad al baz, Mecca, Edition 1st, 1415h, Kitab ul Rizaa, Bab: Ma Jaaa fi rizzah il kabir, 2/297-298

[88] تکملہ،۱/۵۳؛الصاوی، احمد بن محمد، بلغۃ السالک لأقرب المسالک المعروف بحاشیۃ الصاوی علی شرح الدردیر، دار المعارف، س۔ن، باب: فی بیان أحکام الرضاع،۲/۷۲۰-۷۲۱

Takmila, 1/53; Al-sawi, Ahmad Bin Muhammad, bilghat al saalik li aqrab al masalik al mahroof bi hashiyat il sawi aala sharah il dardir, Dar ul Muarif, No Year, Bab: Fi bayan Ahkam ul Rizaa, 2/720-721

[89] الاحقاف،۱۵:۴۶

Al Ahqaf, 15:46

[90] تکملہ،۱/۵۳

Takmila, 1/53

[91] تکملہ،۱/۵۴؛ أحکام القرآن، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، الطبعۃ الثانیۃ،۱۴۱۸ھ،۱/۵۵۴۔۵۵۵

Takmila, 1/54; Ahkam ul Quran Idara tul Quran wal Uloom al Islamia, Edition 2nd, 1418h, 1/554-555

[92] تکملہ،۱/۵۴

Takmila, 1/54

[93] تکملہ،۱/۵۴؛البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی،۱۴۱۸ھ، کتاب الرضاع،۳/۳۹۸

Takmila, 1/54; al-bahr al raiq sharah kinz ul daqaiq, Al Kutub Al Ilmiya, Beirut, Lebanon, Edition 1ST, 1418h, Kitab ul Rizaa, 3/398

[94] تکملہ،۱/۵۱؛الموطأ، کتاب الرضاع، باب: ماجاء فی الرضاعۃ بعد الکبر،۲/۳۸۵

Takmila, 1/51; Al Muatta, Kitab ul Rizaa, 4/174

[95] تکملہ،۱/۵۱؛ سنن الدار قطنی، کتاب الرضاع،۴/۱۷۴

Takmila, 1/51; Sunan al Daraqutni, Kitab ul Rizaa, 4/174

[96] تکملہ،۱/۵۵۰

Takmila, 1/550

[97] ماخوذ،از، تکملہ،۱/۵۵۰۔۵۵۱؛المرغینانی، علی بن ابو بکر، برھان الدین، الھدایۃ مع الدرایۃ، للعلامۃ ابی الفضل احمد بن علی بن محمد العسقلانی مع الحاشیۃ للعلامۃ محمد عبد الحئ لکھنوی، مکتبۃ رحمانیہ، اردو بازار لاہور، کتاب الأشربۃ،۴/۴۹۷۔۴۹۹

Abstract from Takmila, 1/550-551; Al-Marghinani, Ali bin Abu Bakar, Burhan ul din, Al Hidaya Maa Aldraya, lil Allama Abi al Fazal Ahmad bin Ali bin Muhammad Al Asqalani Maa al Hashia Lil Allama Muhammad Abdul Hayi Lakhnowi, Maktaba Rehmania, Urdu Bazar, Lahore, kitab al ashriba, 4/497-499

[98] تکملہ،۱/۵۵۱

Takmila, 1/551

[99] دیکھیے، تکملہ،۱/۵۸۸

See, Takmila, 1/588

[100] تکملہ،۱/۵۸۸

Takmila, 1/588

[101] تکملہ،۱/۵۸۹

Takmila, 1/589